

پاکستانی معیشت کی کیفیت



بینک دولت پاکستان کے مرکزی بورڈ
کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے سال 2010-11ء



بینک دولت پاکستان

سینٹرل بورڈ آف ڈائریکٹرز

گورنر و چیئرمین

رکن

رکن

رکن

رکن

رکن

کارپوریٹ سیکرٹری

جناب شاہد ایچ کاردار

ڈاکٹر وقار مسعود خان

جناب ظفر اے خان

مرزا قمر بیگ

جناب اسد عمر

جناب وقار اے ملک

محترمہ سحر باہر

بینک دولت پاکستان



کراچی

شاہد ایچ کاردار
گورنر

نامہ ترسیل

04 جولائی 2011ء

محترم چیئرمین،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9 اے (ایف) کے تحت، پاکستان کی معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 2010-11ء پیش خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(شاہد ایچ کاردار)
گورنر

جناب فاروق ایچ نانک

چیئرمین

سینیٹ

اسلام آباد

بینک دولت پاکستان



کراچی

شاہد ایچ کاردار
گورنر

نامہ ترسیل

04 جولائی 2011ء

محترمہ اسپیکر صاحبہ،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9 اے (ایف) کے تحت، پاکستان کی معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 2010-11ء پیش خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(شاہد ایچ کاردار)
گورنر

ڈاکٹر فہمیدہ مرزا
اسپیکر
قومی اسمبلی
اسلام آباد

سہ ماہی رپورٹ ٹیم

منتظم مطبوعہ

سید ساجد علی

sajid.ali@sbp.org.pk

تحریر

اسما خالد (ٹیکسٹائل کا شعبہ)

بلال خان (گاڑیوں کا شعبہ)

محمود الحسن خان (زرعی شعبہ اور ملکی قرضہ)

محمد فاروق عاربی (مالیاتی شعبہ)

محمد ادریس (بیرونی تجارت)

محمد ندیم حنیف (قیمتیں)

سیدہ خرم جعفری (پی ایس ایز)

سید عزیز علی (کھاد کا شعبہ اور قیمتیں)

سیدہ والقرنین حسین (توازن ادائیگی)

تمکنت رؤف (صنعت بحیثیت مجموعی، سمنٹ، تعمیرات)

asma.khalid@sbp.org.pk

bilal.khan@sbp.org.pk

mahmood.khan@sbp.org.pk

farooq.arby@sbp.org.pk

muhammad.idree2@sbp.org.pk

nadeem.hanif@sbp.org.pk

sabina.kazmi@sbp.org.pk

syed.ozair@sbp.org.pk

zulqernain.hussain@sbp.org.pk

tamkinat.rauf@sbp.org.pk

معاونت

صباحت

نائید ارم

محمد زبیب

وسیم فضل الرحمن

sabahat@sbp.org.pk

naila.iram@sbp.org.pk

muhammad.zeb@sbp.org.pk

waseem.fazal@sbp.org.pk

رپورٹ کی تکمیل کی تاریخ: 10 جون 2011ء

ترجمہ ٹیم

نگراں

سہیل انجم

suhail.anjum@sbp.org.pk

مترجمین

شجاعت علی

منصور احمد

عالیہ عطا کریم

نجیب اقبال صدیقی

shujat.ali@sbp.org.pk

mansoor.ahmed1@sbp.org.pk

alia8@sbp.org.pk

najeeb.iqbal@sbp.org.pk

ترجمین و آرائش

ذیشان سلیمان

zeeshan.suleman@sbp.org.pk

فہرست

	1-	عمومی جائزہ	
1	1.1	عمومی جائزہ	
4	1.2	مستقبل کے امکانات	
	2-	حقیقی پیداوار کا شعبہ	
7	2.1	حقیقی جی ڈی پی نمو	
8	2.2	زرعی شعبہ	
9	2.3	بڑے پیمانے کی اشیا سازی	
11		ضمیمہ 1: ٹیکسٹائلز	
13		ضمیمہ 2: گاڑیاں	
15		ضمیمہ 3: سینٹ	
17		ضمیمہ 4: کھاد	
19		ضمیمہ 5: تعمیرات	
	3-	قیمتیں	
21	3.1	عمومی جائزہ	
21	3.2	گرانی کے رجحانات	
22	3.3	گرانی کا آئندہ منظر نامہ	
	4-	زراور پیکاری	
25	4.1	عمومی جائزہ	
26	4.2	زری مجموعے	

5- مالیاتی صورتحال

31	5.1	عمومی جائزہ
32	5.2	اخراجات
33	5.3	محاصل
34	5.4	میزانیہ مالکاری
35	5.5	ملکی قرضہ

6- بیرونی شعبہ

37	6.1	عمومی جائزہ
38	6.2	جاری حسابات کا توازن
39	6.3	مالی کھاتے کا توازن
40	6.4	شرح مبادلہ اور زر مبادلہ کے ذخائر
40	6.5	تجارتی کھاتہ

فہرست اصطلاحات

1 عمومی جائزہ

1.1 عمومی جائزہ

قومی آمدنی حسابات کمیٹی کے پیش کردہ عبوری تخمینوں میں مالی سال 11ء کے لیے جی ڈی پی نمو 2.4 فیصد دکھائی گئی ہے جو پچھلے سال کی نمو 3.8 فیصد سے کم ہے۔ امن و امان سے متعلق خدشات، تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے خارجی دھچکے اور تباہ کن سیلاب کے تناظر میں یہ کمی اسٹیٹ بینک کی توقعات کے مطابق ہے۔

مثبت پہلو یہ ہے کہ سیلاب کے بعد گندم، گنے اور چھوٹی فصلوں کی بحالی سے زریعہ نمو گزشتہ سال سے بھی متجاوز ہونے میں مدد ملی۔ تاہم ہو سکتا ہے کہ زرعی آمدنی اسی مطابقت سے نہ بڑھے جس کی وجہ بازار میں گندم کے کم نرخ اور خام مال (مثلاً ڈیزل اور کھاد) کی بڑھتی ہوئی لاگت ہے۔

اشیاء سازی کے شعبے میں مصنوعات خصوصاً ٹیکسٹائل، گاڑیوں، کھاد، سیمنٹ اور پیٹرولیم کی طلب مضبوط رہی۔ اس مضبوط طلب کے باوجود رسدی مسائل۔۔ خصوصاً توانائی کی قلت۔۔ نے پیداواری رکاوٹیں پیدا کیں جس سے صنعتی نمو کی رفتار نمایاں طور پر کم ہو گئی۔

ہماری دانست میں نمو کا انحصار اس پر ہوگا کہ اہم ملکی

جدول 1.1: منتخب معاشی اظہار				
م 11ء	م 10ء	م 09ء	شرح نمو (فیصد)	
2.4	3.8	1.7	جی ڈی پی (عالم کی لاگت)	جولائی تا جون
1.2	0.6	4.0	زراعت	جولائی تا جون
-4.0	-2.4	7.8	اہم فصلیں	جولائی تا جون
4.8	-7.8	-1.2	چھوٹی فصلیں	جولائی تا جون
3.7	4.3	3.1	گلہ بانی	جولائی تا جون
-0.1	8.3	-0.1	صنعت	جولائی تا جون
1.0	4.9	-8.1	بڑے پیمانے کی اشیاء سازی	جولائی تا جون
4.1	2.9	1.7	خدمات	جولائی تا جون
28.1	7.3	-3.4	برآمدات (ایف او بی)	جولائی تا اپریل
14.7	-2.8	-9.8	درآمدات (سی آئی ایف)	جولائی تا اپریل
12.2	11.6	19.9	نیکس حاصل (ایف بی آر)	جولائی تا اپریل
13.9	11.8	21.5	صاق (12 ماہی تحرک اوسط)	مئی
3.3	2.8	-0.1	نئی شعبہ کا قرضہ	جولائی تا جون
13.7	9.8	6.5	رسد زر (زر 2)	جولائی تا جون
ارب امریکی ڈالر				
17.2	16.0	11.6	مجموعی سیال ذخائر ¹	31 مئی
9.0	7.3	6.3	آمدت سیلات	جولائی تا اپریل
1.4	1.6	2.2	خالص بیرونی سرمایہ کاری	جولائی تا اپریل
فیصد جی ڈی پی ²				
4.5	4.3	3.2	مالیاتی خسارہ	جولائی تا مارچ
5.8	6.9	8.7	تجارتی خسارہ	جولائی تا اپریل
0.3	-1.9	-5.5	جاری حسابات کا خسارہ	جولائی تا اپریل
¹ اسٹیٹ بینک اور کرنل ٹیکوں میں				
² نسب نامہ پورے سال کے جی ڈی پی پر مبنی				

مسائل کے بارے میں کیا پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں یعنی: (1) توانائی کی قلت، جو نمو کو متاثر کر رہی ہے، (2) بلند مالیاتی خسارہ جس کی مالکاری مشکل ہو گئی ہے، جزو اس لیے کہ بجلی کے شعبے میں سابقہ برسوں کے زربائے اعانت گردشی قرضے میں منعکس ہو رہے ہیں، (3) ملکی قرضے کا بڑھنا جس سے معاشی استحکام کے حوالے سے تشویش پیدا ہوئی، اور (4) گرانی کا دباؤ جو کم نہیں ہو رہا ہے۔ ان دشواریوں کے بارے میں آگے تفصیلی بحث آئے گی۔

1۔ توانائی کی بڑھتی ہوئی قلت

توانائی کے شعبے میں گیس کی رسد کے مسائل زیادہ تکلیف دہ ہو گئے ہیں اور اس قلت سے وسیع تر اقتصادی نمودناثر ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر ٹیکسٹائل یونٹس نہ صرف بجلی پیدا کرنے کے لیے بلکہ اپنی پیداوار کے لیے بھی عموماً قدرتی گیس پر انحصار کرتے ہیں۔ خاص طور پر کھاد اور بجلی کی پیداوار گیس لوڈ مینجمنٹ سے متاثر ہوئی ہے اور اس کے نتیجے میں بجلی کی قلت نے کئی صنعتوں میں پیداواری مسائل کو جنم دیا ہے۔

مستقبل میں پالیسی کے حوالے سے چیلنج یہ ہے کہ دستیاب گیس کو مختلف استعمال کنندگان میں کیسے مؤثر طور پر تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ اقتصادی رابطہ کمیٹی نے زرعی خام مال کی مستحکم قیمتوں اور درآمد شدہ کھاد پر زرمبادلہ بچانے کی اہمیت کے پیش نظر حال ہی میں گیس کو کھاد کے شعبے کی طرف منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔¹

پائیدار توانائی پالیسی کے تناظر میں ہم سمجھتے ہیں کہ (بجلی کی پیداوار کے لیے) فرنس آئل کے قابل عمل متبادل ہنگامی طور پر تیار کرنے ضروری ہیں۔ مزید یہ کہ درآمد شدہ گیس کا امکانی کردار وسط مدت میں محل نظر ہے اور پالیسی میں زیادہ زور اس بات پر ہونا چاہیے کہ درآمد شدہ گیس کے استعمال کے لیے ضروری انفراسٹرکچر تشکیل دیا جائے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ مستقبل میں اس قلیل وسیلے کے مختلف استعمال کنندگان کے لیے نرخوں میں ترمیم کی جائے اور گیس کے نرخنامے کو بہتر بنایا جائے تاکہ مزید گیس کی تلاش اور گیس نکالنے کے لیے ترغیبات دی جاسکیں۔

2۔ بڑھتا ہوا مالیاتی خسارہ

حکومت مالیاتی خسارے کو محدود کرنے میں مشکلات کا شکار ہے۔ مارچ 2011ء تک دستیاب معلومات کی رو سے بجٹ خسارہ جی ڈی پی کا 4.5 فیصد ہے یعنی پچھلے سال کی اسی مدت کے خسارے 4.3 فیصد سے تھوڑا زیادہ۔ جن شعبوں میں نمو ہوئی وہ ابھی تک یا تو ٹیکس کے جال سے باہر ہیں یا برائے نام ٹیکس دیتے ہیں (مثلاً زراعت اور خدمات)۔

اگرچہ محاصل کی نموسال کے بیشتر عرصے کے دوران کمزور رہی تاہم چوتھی سہ ماہی میں اضافی اقدامات کیے گئے۔ حکومت اخراجات پر قابو پانے میں بھی کامیاب رہی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے محتاط معاشی پالیسیوں پر چلنے کا عزم کر رکھا ہے تاہم زیادہ تر بوجھ ترقیاتی اخراجات کو برداشت کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں توانائی کے شعبے کے مسائل حل کرنے کی خاطر بجلی کے شعبے کی زراعت کم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں وفاقی بورڈ آف ریونیو ٹیکس وصولی کو بہتر بنانے کے لیے کوششیں کر رہا ہے۔

بہر حال مالیاتی اصلاحات کے نفاذ کی راہ میں ابھی تک سیاسی دشواریاں حائل ہیں۔ مثال کے طور پر وہ ساختی مسائل ابھی تک تصفیہ طلب اور کثیر جماعتی اتفاق رائے کے منتظر ہیں، جن کے لیے مشکل پالیسی فیصلے درکار ہیں تاکہ مالیاتی یکجائی لائی جاسکے (مثلاً استثناء کے خاتمے کے ذریعے جی ایس ٹی کی بنیاد میں توسیع، زرعی آمدنی پر ٹیکس اور پی ایس ایز کی تشکیل نو اور نجکاری)۔²

¹ ہندوستان کے مطابق 40 ملین کیوبک فٹ یومیہ گیس بجلی کے شعبے کی بجائے کھاد کے شعبے کو دی جائے گی اور بجلی کا شعبہ اپنے پلانٹ ڈیزل پر چلائے گا۔ کھاد کا شعبہ گیس کی جگہ ڈیزل پر بجلی کے پائپس چلانے پر اٹھنے والے اضافی اخراجات کا دہتہائی وفاقی حکومت کو ادا کرے گا۔

² نقصان میں جانے والے پی ایس ایز (مثلاً ریلوے، پی آئی اے اور پاکستان سٹیل) حکومت کے قلیل وسائل پر بڑا بوجھ ہیں۔ جولائی تا مارچ 11ء کے دوران حکومت کے مجموعی جاریہ اخراجات کا لگ بھگ 1.5 فیصد ان پی ایس ایز کی مدد کرنے پر صرف کیا گیا۔

جہاں تک مالکاری کا تعلق ہے حکومت کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے کو پورا کرنے کے لیے ملکی ذرائع پر انحصار کرے۔ علی الخصوص، اگرچہ اسٹیٹ بینک سے قرض گیری اواخر ستمبر 2010ء کی سطح پر محدود رکھی گئی تاہم اپریل 2011ء اور اس کے بعد چانک تبدیلی (31 مارچ سے 3 مئی 2011ء کے درمیان حکومت نے مرکزی بینک سے 350 ارب روپے قرض لیے) کے حوالے سے کچھ وضاحت کی ضرورت ہے:

اول، اس قرض گیری کا بڑا حصہ بڑھتے ہوئے نیم مالیاتی اخراجات (مثلاً توانائی کے گروشی قرضہ جات) کو بجٹ میں شامل کرنے کے لیے تھا۔ بالفاظ دیگر یہ مالکاری دراصل گزشتہ برسوں کے نیم مالیاتی خساروں کی باقیات میں سے ہے۔ امکان ہے کہ اس یکبارگی ترمیم سے خسارے کے سرکاری ہدف کے مقابلے میں تقریباً 0.6 فیصد جی ڈی پی (م 11 میں) کا اضافی بوجھ پڑنے کا امکان ہے۔ لہذا بجلی کے شعبے کے گروشی قرضے کے اسٹاک میں ظاہر ہونے والے 120 ارب روپے کے پرانے واجبات ادا کرنے کے بعد حکومت کے 5.5 جی ڈی پی ہدف کے مقابلے میں ملک کو م 11 میں تقریباً 6.0 فیصد جی ڈی پی کا مالیاتی خسارہ ہوگا۔ حتیٰ بجٹ خسارے کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ وفاقی بورڈ آف ریونیو کے حاصل اور عبوری فاضل رقم کے اہداف کس حد تک حاصل ہو پاتے ہیں۔

دوم، اسٹیٹ بینک اس قرض کا بڑا حصہ بازار زر کے براہ راست سودوں کے ذریعے پہلے ہی منڈی کو منتقل کر رہا ہے اور توقع ہے کہ رواں مالی سال کے آخر تک، حکومتی وعدے کے مطابق اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض گیری اواخر ستمبر 2010ء کی سطح تک محدود ہو جائے گی۔

3۔ ملکی قرضے کے لیے مضمرات

مالیاتی خسارے میں مسلسل اضافے کا اثر تیزی سے بڑھتے ہوئے ملکی قرضے پر صاف نظر آتا ہے۔ واجب الادا حکومتی ملکی قرض 5,594 ارب روپے (تخمین شدہ جی ڈی پی کا 31.8 فیصد) تک پہنچ گیا جو اواخر جون 2007ء کی سطح کے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ قرضے کے اسٹاک میں یہ تیز نمو معاشی استحکام اور زری انتظام کے حوالے سے تشویش کو جنم دے رہی ہے۔

علاوہ ازیں ملکی قرضے کی میعاد کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حکومت کو سال میں کم از کم ایک بار قلیل مدتی قرضے کا مکمل اسٹاک یعنی 2,854 ارب روپے رول اوور کرنا ہوگا۔ معیشت کے دیگر شعبوں کی جانب سے قرضے کی طلب میں کوئی اضافہ ہوا تو رول اوور خطرہ³ بڑھ سکتا ہے اور حکومت کے لیے شرح سود کا خطرہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔⁴

4۔ گرائی کا مسلسل دباؤ

گرائی کی توقعات کو قابو میں کرنے کے لیے مالیاتی نظم و ضبط اور اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض گیری پر پابندیاں ضروری ہیں۔ ہمارے خیال میں حالیہ مہینوں میں یہ توقعات خاصی جڑ پکڑ چکی ہیں۔ مجموعی لحاظ سے، اگرچہ گرائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت میں سیلاب کے بعد آنے والی تیزی زیادہ تر کم ہو چکی ہے تاہم گرائی بدستور برقرار ہے اور 13 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ اس کی ممکنہ وجوہات میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: (الف)

³ جب کسی ملک کے قرضے کی میعاد پوری ہونے والی ہو تو عموماً انہیں رول اوور خطرے کا سامنا ہوتا ہے اور اسے نئے قرضے میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سیالیت کی قلت اس رول اوور کو بہت مہنگا بنا دیتی ہے۔

⁴ شرح سود میں حرکت سے منسلک خطرہ یعنی شرح سود میں تبدیلیاں ملک کی واپسی قرض کے عمل کو متاثر کرتی ہیں۔

جولائی تا ستمبر 2010ء کے دوران اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض گیری کا مؤثر اثر، (ب) یوٹیلیٹی اور پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں مسلسل اضافے⁵، (ج) اجناس کی قیمتوں میں اضافہ، اور (د) اشاریہ کرایہ مکان کا تیزی سے بڑھتا ہوا رجحان۔

مثبت امر یہ ہے کہ ان بڑی مشکلات کے باوجود بیرونی شعبے میں نمایاں بہتری نظر آئی ہے۔ خصوصاً قدر اضافی کی حامل ٹیکسٹائل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور ترسیلات کی مضبوط نمو کے طفیل جاری کھاتہ بڑھ کر (جولائی اپریل مہینے 11ء) 748 ملین ڈالر کی فاضل رقم تک پہنچ گیا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت میں 3.5 ارب ڈالر کا خسارہ ہوا تھا۔ ترقی یافتہ منڈیوں میں پاکستانی مصنوعات کی رعایت پر مبنی رسائی کو حریف ملکوں کی جانب سے روکنے کی کوششوں کے باوجود ٹیکسٹائل کی برآمدات میں مضبوط نمو ہوئی۔ ترسیلات کی مستحکم نمو خوش آئند ہے کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ماہانہ ترسیلات مسلسل دو ماہ (مارچ اور اپریل 2011ء) میں ایک ارب ڈالر سے متجاوز رہیں۔

بیرونی حسابات کی اس بہتری اور اس کے ساتھ مرکزی بینک سے حکومتی قرض گیری کی تحدید سے اسٹیٹ بینک کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی تین گزشتہ پالیسی اعلانات (جنوری، مارچ اور مئی 2011ء) میں پالیسی ریٹ کو 14 فیصد پر قائم رکھ سکے۔ مہینے 11ء کی پہلی ششماہی میں 150 بی پی ایس کے مجموعی اضافے سے موازنہ کیا جائے تو ان اعلانات سے تبدیلی کا اظہار ہوتا ہے۔ مؤثر زرعی پالیسی انتظام کے لیے اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض گیری کو اواخر ستمبر 2010ء کی سطح پر برقرار رکھنا ضروری ہوگا۔

1.2 مستقبل کے امکانات

زراعت کے حوالے سے ہم کپاس کی اگلی فصل کے بارے میں کئی وجوہ کی بنا پر پُر امید ہیں: (الف) مہینے 10ء کے دوران کپاس کی بلند قیمتوں سے کاشتکاروں کو اگلی فصل کے لیے زیر کاشت رقبہ بڑھانے کی ترغیب ملی، (ب) زیادہ پیداوار دینے والے (اور بیماری کے خلاف مزاحم) ٹی ٹی کاٹن بیجوں کا استعمال بڑھا ہے، اور (ج) پچھلے برس کے مقابلے میں پانی کی دستیابی بہتر ہونے کی توقع ہے۔ فی الوقت کھاد کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اہم خطرہ ہیں۔

حکومت نے گندم کی خریداری کا ہدف 6.57 ملین ٹن مقرر کیا ہے جو گزشتہ سال کے ہدف سے کم ہے۔ تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت اس ہدف سے تجاوز کرنے کے لیے دباؤ میں آسکتی ہے کیونکہ بازار میں گندم کی قیمت اس کی سرکاری قیمت سے خاصی کم ہے جبکہ بینک اضافی خریداری کی مالکاری کرنے کے لیے آمادہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے گردش قرضے کا مسئلہ بڑھ سکتا ہے اور نجی شعبہ قرضے سے محرومی کی طرف جاسکتا ہے۔

اگرچہ توانائی کی قلت کئی صنعتوں کو مسلسل متاثر کر رہی ہے تاہم بعض شعبوں کوئی دشواریوں کا سامنا ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جاپان کی جانب سے گاڑیوں کے پوزوں کی عالمی فراہمی میں رکاوٹ سے پاکستان میں بعض اشیاء ساز متاثر ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں گاڑیاں بنانے والے اداروں کو درآمدہ کاروں سے سخت مسابقت کا سامنا ہوگا کیونکہ حکومت نے استعمال شدہ درآمدہ گاڑیوں کی عمر کی حد 3 سال سے بڑھا کر 5 سال کر دی ہے۔

جہاں تک مالیاتی انتظام کا تعلق ہے، مالیاتی خسارے کو مہینے 12ء میں جی ڈی پی کے 4.5 فیصد سے نیچے تک محدود رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ

⁵ اگرچہ نرخوں میں ترمیم کا گرائی پر براہ راست اثر ہوتا ہے تاہم ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ نرخوں کی بروقت منتقلی سے حکومت کی قرض کی ضروریات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

آئندہ محاصل پیدا کرنے کے لیے مناسب اقدامات (مثلاً ٹیکس اساس کو وسیع کرنا، معاشی نظام کی دستاویزیت کو بہتر بنانا، غیر مدنی زر ہائے اعانت کا بتدریج خاتمہ اور نیم مالیاتی کارروائیاں کم کرنا) کیے جائیں۔⁶ ان کوششوں کے ہمراہ قرضے کا بہتر انتظام بھی ہونا چاہیے تاکہ ملکی قرضے کی میعاد بڑھے اور قرضوں کے نرخ کے از سر نو تعین اور رول اور سے منسلک خطرات گھٹیں۔

مالیاتی پائیداری کو یقینی بناتے ہوئے ان اقدامات سے بیرونی کھاتے کی پوزیشن کا بھی تحفظ ہوگا اور نجی شعبے اور ملک کی بین الاقوامی ترقی کے شرکا کا اعتماد بحال ہوگا۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس سے گرائی اور نجی شعبے کی قرضے سے محرومی کو کم کرنے میں مدد ملے گی جس سے سرمایہ کاری، نمو اور روزگار کے مواقع کو فروغ حاصل ہوگا۔

تاہم گرائی کا منظر نامہ بہت حوصلہ افزا نہیں۔ مشرق وسطیٰ میں بدامنی اور جاپان میں زلزلے کے بعد جوہری توانائی کی بجائے تھرمل پاور کے استعمال کے بعد خام تیل کی بین الاقوامی قیمتیں مئی 11ء کے آغاز سے اب تک لگ بھگ 40 فیصد بڑھی ہیں۔ مجموعی طور پر پی الحال تیل کے نرخوں میں کوئی کمی ہونے کی توقع نہیں۔

علاوہ ازیں امکان ہے کہ پام آئل کی قیمتیں نباتی تیل اور گھی کے ملکی نرخوں پر اثر انداز ہوں گی۔ تاہم ربیع کی اچھی فصل کے بعد گندم اور شکر کی قیمتیں کم ہو گئی ہیں جس سے آئندہ مہینوں میں غذائی گرائی قابو میں رہنی چاہیے بلکہ شاید کم ہونی چاہیے۔

بیرونی شعبے میں پاکستان کی کارکردگی خراب ہو جانے کے حقیقی خطرات موجود ہیں۔ ترسیلات کی زیادہ معتبر پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ جولائی تا اپریل مئی 11ء کے دوران مئی 10ء کے اسی عرصے کے مقابلے میں یہ 1.7 ارب ڈالر زیادہ رہیں۔ گزشتہ کچھ دنوں میں خام تیل کی قیمتوں میں تیزی سے اضافے کے بعد درآمدات دباؤ میں آسکتی ہیں جبکہ عالمی طلب کی بحالی اتنی واضح نہیں اور پاکستانی ٹیکسٹائل کی برآمدات کو متاثر کر سکتی ہے۔ مزید یہ کہ ٹیکسٹائل میں نرخوں کا اضافہ جس سے مئی 11ء کے دوران جاری حسابات میں فاضل رقم آئی، ممکن ہے آئندہ دستیاب نہ ہو کیونکہ آف پیک سیزن میں بھی کپاس کی قیمتوں میں تیزی سے کمی آئی ہے۔ بعض برآمد کنندگان نے یہ نشاندہی بھی کی ہے کہ خریدار برآمدی ٹیکسوں کے نرخوں کا از سر نو تعین کرنے پر مصر ہیں۔

حالیہ سیاسی واقعات کے کاروباری ماحول اور بیرونی شعبے کے لیے منفی مضمرات ہو سکتے ہیں خصوصاً عالمی مالی اداروں کی جانب سے رقم کی آمد اور دوطرفہ امداد کے حوالے سے۔ تاہم اطمینان کی دو وجوہ ہیں: اول، مالی بازار میں قدرے استحکام اس بات کی علامت ہے کہ پاکستان خارجی دھچکے برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دوم، گزشتہ دو برسوں میں عالمی مالی اداروں کی جانب سے خالص آمد رقم کم رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بیرونی شعبے میں مجموعی پوزیشن کو تبدیل کرنے کے لیے مزید کی کامکان نہیں۔

⁶ مئی 12ء کے وفاقی بجٹ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے باکس 1.1۔

بکس 1.1: مالی سال 12ء کے وفاقی بجٹ کی جھلکیاں

- 23 فیصد (یعنی 1364 ارب روپے اضافے) کی محاصل کی نمو شکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ محاصل لانے کے لیے کوئی اضافی اقدامات نہیں کیے گئے۔
- حقیقت یہ ہے کہ م س 12ء میں ٹیکس اقدامات کا اثر 27 ارب روپے کی خالص کمی دکھارہا ہے، جبکہ ”انتظامی کوششوں“ سے مزید 50 ارب روپے آسکتے ہیں۔
- سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ صوبائی حکومتوں اور پی ایس ایز کو دینے کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو صوبائی رقوم دباؤ میں ہوں گی اور مالکاری کا مجموعی فرق 851 ارب روپے سے متجاوز ہو سکتا ہے۔
- م س 12ء میں قرض کی واپسی، دفاع اور جاری زرہائے اعانت کا حصہ جاریہ اخراجات میں 70 ہے۔ 4.5 فیصد کمی کا انحصار زراعت (خصوصاً بجلی کے شعبے میں) میں بھاری کمی پر ہے۔
- بیرونی مالکاری میں تیزی سے کمی کا مطلب یہ ہے کہ ملکی وسائل پر زیادہ انحصار کرنا پڑے گا۔ 70.4 ارب روپے کی نجکاری آمدنی سے حکومت کے عزم کا امتحان ہوگا جس کی تکمیل اسے سیاسی اتفاق رائے کے ساتھ کرنی ہوگی جو پی ایس ایز میں چھاننی کے لیے درکار ہوگی۔

ارب روپے	م س 11ء نظر ثانی شدہ	م س 12ء میراثیہ	سال بسال نمو
خام محصولات	2,235.9	2,732.2	22.2
خالص محصولات (بشمول صوبائی حصے)	1,238.2	1,528.9	23.5
ٹیکس حاصل	1,679.4	2,074.2	23.5
ایف ٹی آر ٹیکس	1,587.7	1,952.3	22.9
غیر ٹیکس حاصل	556.5	658.0	18.2
اسٹیٹ بینک کا منافع	185.0	200.0	8.1
دفاعی وصولیاں	115.3	118.7	-11.1
مجموعی اخراجات	2,394.6	2,504.5	4.6
جاری اخراجات	2,168.5	2,071.7	-4.5
قرضوں کی واپسی	698.6	791.0	13.2
دفاع	444.6	495.2	11.4
زراعت	395.8	166.4	-58.0
ترقیاتی اخراجات	241.5	397.1	64.4
سرکاری شعبے کے ترقیاتی اخراجات	196.0	300.0	53.1
وفاقی میزانیہ فرق	-1,156.4	-975.6	-15.6
صوبائی ہتھیار قوم	119.8	124.9	4.3
مجموعی بجٹ خسارہ	-1,036.6	-850.7	-17.9
جی ڈی پی کا فیصد	-5.7	-4.0	
مالکاری			
بیرونی وسائل	121.8	64.1	-47.4
ملکی			
بینک	452.2	303.5	-32.9
غیر بینک	462.6	413.0	-10.7
نجکاری	--	70.4	--

2 حقیقی شعبہ

2.1 حقیقی جی ڈی پی نمو

مالی سال 11ء پاکستانی معیشت کے لیے گذشتہ برس کی طرح مشکل سال ثابت ہوا۔ ملک میں معاشی نمو کی شرح 4.5 فیصد ہدف کے مقابلے میں 2.4 فیصد رہی جو مالی سال 10ء میں ہونے والی 3.9 فیصد نمو کے مقابلے میں کمزور ہے۔

اگست 2010ء میں تباہ کن سیلاب سے ملک کو ہونے والے بھاری نقصانات کی وجہ سے مالی سال کے آئندہ مہینوں کے دوران معاشی نمو میں کمی متوقع تھی۔ سیلاب نے خریف کی اہم فصلوں کے علاوہ اس سے منسلک صنعتوں، تجارتی خدمات اور برآمدی شعبے پر منفی اثرات مرتب کیے جبکہ ذرائع نقل و حمل، بجلی کے انفراسٹرکچر اور کئی صنعتی کارخانوں کو بھی نقصان پہنچا تھا۔

معاشی نمو اس لیے بھی متاثر ہوئی کہ حکومت کو ترقیاتی رقوم سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی بحالی اور نوآباد کاری کے لیے استعمال میں لانا پڑیں۔ اخراجات کے کئی اہم زمروں میں کٹوتی کی ضرورت تھی اس لیے بہت سے سرکاری ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد روک دیا گیا۔ اگرچہ مذکورہ حکمت عملی سے حکومت کو سیلاب کے غیر متوقع دھچکے سے نمٹنے میں مدد ملی لیکن اس نے ملک میں سرمایہ کاری اور پیداوار پر منفی اثرات مرتب کیے تھے۔

توانائی کی قلت معاشی نمو کو محدود کرنے والا ایک اور اہم عامل ہے۔ خصوصاً گیس کی ناکافی رسد متعدد صنعتوں کی پیداوار میں کمی کا باعث بن رہی ہے جبکہ گیس کی فراہمی میں کمی اور فرنس آئل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے بجلی سازوں کو پیداواری گنجائش سے کم بجلی بنانے پر مجبور کر دیا جس سے ملک میں توانائی کی قلت شدید ہو گئی۔

بڑھتے ہوئے معاشی عدم توازن (مالیاتی خسارہ اور گرانی کا تسلسل) پر قابو پانے کے لیے پالیسی اقدامات نے بھی حقیقی شعبے کی کارکردگی پر اثرات مرتب کیے ہیں۔

صرف بیرونی شعبے کی نمو میں اضافہ ہو سکا جو ایک مثبت پیش رفت ہے۔ ترقی یافتہ معیشتوں میں معاشی بحالی سے پاکستان کی برآمدات (ٹیکسٹائل اور چمڑا) کو بڑھانے میں مدد ملی اور ترسیلات زر کی آمد میں ریکارڈ اضافہ دیکھا گیا۔ سمعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ترسیلات زر کی بلند سطح سے نجی صرف میں بہتری آئی اور ریل اسٹیٹ سرمایہ کاری و رہائشی تعمیرات کو بھی تحریک ملا۔

مالی سال 11ء کے دوران سرمایہ کاری میں مسلسل تیسرے سال کی تشویشناک ہے۔ سب سے زیادہ تشویش توانائی کے شعبے میں سرمایہ کاری کی پست سطح کے بارے میں پائی جاتی ہے، خصوصاً پیٹرولیم کی دریافت اور کوئلے کی کان کنی، ایل پی جی کے لیے انفراسٹرکچر، قدرتی گیس کی درآمد اور ڈیموں کی تعمیر کے لیے سرمایہ کاری میں کمی کا تسلسل جاری ہے۔ توانائی کے معاون انفراسٹرکچر کے بغیر قلیل تاوسط مدت کے دوران معاشی نمو کو

بڑھانے میں مشکلات حائل رہیں گی۔

جدول 2.1: اہم فصلوں کی کارکردگی					
فصلیں	م 09ء	م 10ء	م 11ء ¹	م 11ء ²	م 11ء میں سال بھر کا نمونہ
زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر)					
کپاس	2,850	3,106	3,200	2,693	-13.3
گنا	1,029	943	1,070	998	5.8
چاول	2,963	2,883	2,708	2,335	-19.0
گندم	9,046	9,105	9,045	8895	-2.3
پیداوار (ہزار ٹن، کپاس ہزار گنا، 170.09 کلو ٹن گنا کے حساب سے)					
کپاس	12,060	12,914	14,010	11,700	-9.4
گنا	50,045	49,373	53,665	53,738	8.8
چاول	6,954	6,883	6,048	4,713	-31.5
گندم	24,032	23,917	25,000	24,213.5	1.2
یافت (کلوگرام ہیکٹر)					
کپاس	720	707	745	739	4.5
گنا	48,635	52,357	51,000	53,856	2.9
چاول	2,347	2,387	2,228	2,018	-15.5
گندم	2,657	2,627	2,764	2,722	3.6
ر: مجموعی، ہ: ہدف، ت: تخمینہ					
ماخذ: وزارت خوراک و زراعت کے 9 مئی 2011ء کو جاری کردہ تخمینے					

2.2 زرعی شعبہ

مالی سال 11ء کے اوائل میں تباہ کن سیلابوں کے باوجود زرعی شعبے میں مضبوط بحالی دیکھی گئی جس میں گلہ بانی کے شعبے نے اہم کردار ادا کیا¹ اور اس کے بعد چھوٹی فصلوں اور بعض اہم فصلوں (گنا اور گندم) کا نمبر آتا ہے۔

گلہ بانی کے ذیلی شعبے میں بلند نمونے زرعی شعبے کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں مدد ملی۔ سیلاب کے بعد چھوٹی فصلوں میں بحالی متوقع تھی کیونکہ کاشت کاروں نے نفع بخش بڑی فصلوں کے بجائے چھوٹی فصلیں (سبز یاں، دالیں وغیرہ) کاشت کرنے پر زیادہ توجہ دی تھی۔

سیلاب اور سازگار موسم سندھ اور پنجاب دونوں میں

گنے کی پیداوار بڑھانے میں معاون ثابت ہوا۔ اس لیے یہ امر حیران کن نہیں کہ گنے کی پیداوار کے متعلق نومبر 2010ء میں جاری ہونے والے 49.4 ملین ٹن کے ابتدائی تخمینے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے بڑھا کر 53.7 ملین ٹن کر دیا گیا تھا۔

مالی سال 11ء کے دوران گندم کی پیداوار 24.2 ملین ٹن کی ریکارڈ سطح پر رہی جو سال کے مقررہ ہدف 25 ملین ٹن سے کچھ کم ہے۔ گندم کی پیداوار میں اضافے کی وجوہات یہ ہیں: (الف) پانی کی دستیابی میں بہتری (ب) سازگار موسمی حالات (ج) زیر کاشت رقبے میں اضافے کے ساتھ ساتھ پنجاب اور سندھ کے بارانی علاقوں میں بہتر یافت اور (د) سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں بیجوں کی مفت فراہمی۔

تاہم، گنے اور گندم کی فصلوں کی بہتر کارکردگی کے باوجود منڈی میں گندم کی کم قیمت اور خام مال (ڈیزل اور کھاد) کی بڑھتی ہوئی لاگت کے باعث دیہی آمدنی میں زیادہ اضافے کا امکان نہیں²۔

¹ گلہ بانی کا ذیلی شعبہ گلہ بانی اور اس کی مصنوعات (دودھ، گوشت، چمڑا اور کھالیں، انڈے، اون اور بال) پر مشتمل ہے۔ گلہ بانی اور اس کی مصنوعات کی پیداوار کے تخمینے اس کی سرکاری کے بعد کی شرح ہائے نمونہ پر مبنی ہیں۔ گلہ بانی کی سرکاری آخری بار 2006ء میں کی گئی تھی۔

² خصوصاً گندم کی منڈی میں موجودہ قیمت 840۴800 روپے فی 40 کلو کی حد میں ہے جبکہ نومبر 2010ء تا اپریل 2011ء کے دوران یورپ کے نرخوں میں لگ بھگ 400 روپے فی 50 کلو کا اضافہ ہوا۔ ڈیزل کی قیمت جون 2011ء میں بڑھ کر 94.1 روپے فی لیٹر تک پہنچ گئی جو گذشتہ برس جون میں 75.7 روپے فی لیٹر تھی۔

چاول و کپاس³ کی فصلوں کی پیداوار میں متوقع بحالی اور پانی کی دستیابی میں بہتری کے باعث مالی سال 12ء کے دوران زرعی شعبے کی نمو میں مزید بہتری کا امکان ہے۔ تاہم یوریا کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور بروقت دستیابی اہم خدشات ہیں۔

2.3 بڑے پیمانے کی اشیاء سازی

جدول 2.2: منتخب صنعتوں میں نمو				
م 11ء	م 10ء	اوتان	م 11ء	م 10ء
تیسری سہ ماہی	پہلی سہ ماہی	تیسری سہ ماہی	پہلی سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
2.4	1.2	9.7	1.7	75.1
4.3	2.9	3.6	1.8	27.9
0.8	-0.6	-6.9	-4.0	14.2
24.6	-4.3	0.2	0.4	8.5
-17.9	-9.2	6.8	8.5	5.3
3.6	7.7	87.4	11.6	4.26
6.5	5.1	43.1	-8.1	1.4
-20.1	-3.5	1.9	-5.1	11.3

جولائی تا مارچ مالی سال 2011ء میں بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کے شعبے میں مجموعی طور پر 1.6 فیصد نمو ہوئی جو مالی سال 10ء کی اسی مدت کے دوران ہونے والی 4.4 فیصد نمو کے مقابلے میں کافی کم ہے۔ تاہم، سہ ماہی اعداد و شمار سے بحالی کی کچھ علامات نمایاں ہیں کیونکہ مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران اس شعبے کی نمو میں بہتری دیکھی گئی اور یہ 2.4 فیصد تک پہنچ گئی جبکہ پہلی سہ ماہی کے دوران اس میں 1.2 فیصد کا اضافہ ہوا تھا (دیکھئے جدول 2.2)۔

بتدریج بحالی میں متعدد عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔ اوّل، اگست 2010ء میں سیلاب سے ہونے والے نقصانات کے باوجود بہتر فصلوں کے باعث تیسری سہ ماہی کے دوران زرعی خام مال پر انحصار کرنے والی صنعتوں میں تیزی آئی۔ دوم، اجناس کی عالمی قیمتوں میں سازگار تبدیلیوں سے ملکی پیدا کاروں کا مارجن بہتر ہو گیا۔ سوم، برآمدات کی طلب بلند سطح پر رہی۔

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کی نمو میں زراعت پر مبنی صنعتوں (چینی، جنگل اور لپائی) کا حصہ 3.2 فیصدی درجہ تھا۔ گنے کی بہتر یافت سے چینی کی پیداوار اور گندم کی اچھی فصل اس کی لپائی کی نمو کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوئی۔ حکومت کی جانب سے گندم برآمد کرنے کے فیصلے سے بھی لپائی کی صنعت کو فائدہ پہنچا۔ دوسری جانب، مجموعی نمو میں کپاس کی جنگل کا حصہ منفی رہا لیکن اس میں کمی کا اثر دھاگے اور کپڑے کی صنعتوں کو منتقل نہیں ہوا کیونکہ خام کپاس کی درآمدات ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی تھیں۔

تیسری سہ ماہی کے دوران بلند عالمی قیمتوں کے باعث بہت سی صنعتوں خصوصاً پیٹرولیم مصنوعات، سوئی دھاگہ، کپڑا، سیمنٹ اور کھاد کے منافع کا مارجن بہتر ہوا ہے۔ اگرچہ کارپوریٹ منافع میں مجموعی طور پر اضافہ دیکھا گیا تھا لیکن پیداوار کی نمو میں اس کی عکاسی نہیں ہوتی۔ مثلاً گیس کی قلت سوئی کپڑے اور کھاد کی پیداوار میں کمی کا باعث بنی۔ اس کے مقابلے میں سیمنٹ کی پیداوار میں کمی گئی جس کا سبب بظاہر تعمیراتی شعبے کی جانب سے پست طلب اور برآمدات کے محدود مواقع تھے۔

³ مالی سال 10ء کے دوران کپاس کے بلند نرخوں نے کاشت کاروں کو اس کا زیر کاشت رقبہ بڑھانے کی ترغیب دی تھی جبکہ زیادہ پیداوار (اور بیماری کی مزاحمت کرنے والی) کی حامل بیٹی کپاس اگانے پر توجہ دینے سے فصلوں کی یافت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

توانائی کی قلت مستقبل میں اشیاء سازی کے شعبے خصوصاً ٹیکسٹائل، شیشہ سازی اور کھاد کی صنعتوں کی نمو کو متاثر کرتی رہے گی۔ توانائی کے متبادل ذرائع پر زور دینے کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی ہے کہ قدرتی گیس کے مختلف صارفین کے نرخوں کو حقیقت پسندانہ بنایا جائے اور مزید گیس نکالنے اور دریافت میں سہولت دینے کے لیے گیس کی قیمتوں کے تعین کے عمل کو مزید بہتر بنایا جائے۔

ضمیمہ 1: ٹیکسٹائلز 4

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران کپاس کی پیداوار اور برآمدات کی طلب میں اضافے کے طفیل ٹیکسٹائل شعبے میں کسی قدر بحالی آئی۔ سوئی دھاگے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا کیونکہ اسپنرز نے بڑھتے ہوئے مارجن کا فائدہ اٹھایا۔ تاہم پاورلوم کے شعبے میں توانائی کی شدید قلت کے باعث کپڑے کی پیداوار میں اتنا اضافہ نہ ہو سکا۔ ویونگ اور پروسینگ میں بڑے پیمانے پر ضیاع، پیداواری نقصانات اور تاخیر دیکھی گئی جو نہ صرف پیداوار میں کمی کا باعث بنی بلکہ اس نے قدر اضافی کے جز میں رسدی کڑی کو بھی متاثر کیا۔ تاہم چونکہ کپڑے کے ذخائر کا انتظام بہتر تھا، اس لیے قدر اضافی کا حامل شعبہ بلند طلب کے جواب میں برآمدی مقدار کو بڑھانے میں کامیاب رہا۔

اس شعبے کے تفصیلی تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل میں قلیل مدتی کارکردگی کا انحصار تین رجحانات پر ہوگا۔

I۔ ساکھ کا نقصان: توانائی کے بحران کا سنگین ترین اثر

ملکی تاریخ میں توانائی کے بدترین بحران نے ٹیکسٹائل کارخانوں کی بڑی تعداد کو اپنی پیداوار بند کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ صنعت سے وابستہ اہلکاروں کے مطابق اس کے نتیجے میں عالمی منڈی میں ساکھ خراب ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی گاری بڑھی ہے اور پیداوار میں کمی آئی ہے۔

پاورلوم کے شعبے کی پیداوار میں کمی کے علاوہ گیس کی دستیابی میں کمی کا نتیجہ پروسینگ کے مرحلے میں پیداواری نقصانات کی صورت میں نکلا ہے۔ مزید برآں، توانائی کی قلت نے مقررہ پروسینگ اور ضیاع کی شکل میں پاورلوم شعبے کو بالواسطہ طور پر متاثر کیا۔ ویونگ کے شعبے کو بھی بجلی کی کئی بار لوڈ شیڈنگ کے باعث افرادی قوت کی پیداوار بیت کے نقصانات برداشت کرنا پڑے۔ نتیجتاً صنعت کے لیے مالی واجبات کی واپسی مشکل ہو گئی ہے۔

واجبات پر مالی چار جز کے بڑھنے سے گریز اور واجبات پر نادمہنگی سے بچنے کے لیے متعدد پاورلومز کو بند کر دیا گیا۔ پاورلوم ایسوسی ایشن کے مطابق مالی سال 11ء کے دوران مقامی طور پر تیار کردہ تقریباً 20 فیصد پاورلومز کو بند کر دیا گیا۔ مزید برآں درآمد شدہ شینری کو اب بنگلہ دیش، سری لنکا اور بھارت برآمد کیا جا رہا ہے۔

یہ امر زیادہ تشویش کا باعث ہے کہ توانائی کی غیر اعلانیہ بندش کے باعث برآمد کنندگان اپنے آرڈرز منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چونکہ عالمی خریدار مختلف قسم کی برآمدی پیشکشوں کو جانچتے وقت آرڈرز کی بروقت فراہمی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اس لیے توانائی کی رسد میں قفل کے باعث برآمد کنندگان کو مارکیٹ میں اپنا حصہ برقرار رکھنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ کچھ برآمد کنندگان تو اب عملی رکاوٹوں کی توقع کے باعث آرڈر لینے میں بھی ہچکچا رہے ہیں۔

II۔ پاکستانی برآمدات کو یورپ میں سخت شرائط کا سامنا ہو سکتا ہے

جب تک ڈبلیو ٹی او یورپ کو پاکستان کے لیے تجارتی رعایات کی اجازت نہیں دیتا اس وقت تک یورپ میں پاکستانی ٹیکسٹائل برآمدات کے امکانات زیادہ روشن نہیں۔

4 ٹیکسٹائل شعبے کی ماہر اسامہ خالد کا تحریر کردہ۔

ترکی نے اپنے مقامی پارچہ بافوں کو تحفظ دینے کے لیے ٹیکسٹائل کے بعض زمروں کے درآمدی ٹیرف میں اضافہ کر دیا تھا۔ ترکی یونین میں گارمنٹس برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے اور پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت سمیت متعدد ایشیائی ملکوں سے بھاری مقدار میں کپڑا درآمد کرتا ہے۔⁵ ان ملکوں کو جولائی 2011ء سے ڈیوٹیز لاگو ہونے کے بعد طلب میں کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔⁶

اگر ڈبلیو ٹی او پاکستان کے لیے جی ایس پی پلس ایٹینس کی منظوری دے تو دیگر یورپی ملکوں خصوصاً یورپی یونین میں شامل ملکوں کے لیے برآمدات کی شرائط بہتر ہو سکتی ہیں۔ یورپی یونین پہلے ہی پاکستان میں آنے والے تباہ کن سیلاب کے اثرات سے معیشت کی بحالی میں مدد کے لیے اس کی منظوری دے چکا ہے۔ پاکستان کو جنوری 2011ء سے یورپی یونین کی منڈیوں تک رعایتی رسائی حاصل ہونا تھی لیکن ڈبلیو ٹی او میں علاقائی کاروباری حریفوں کی جانب سے سخت اعتراضات کے باعث اس پر عملدرآمد ملوثی کر دیا گیا تھا۔

III - لان کا انقلاب: کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے

ٹیکسٹائل ڈیزائننگ اور برانڈنگ کے شعبوں میں انقلابی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ بڑی ٹیکسٹائل فرمیں فیشن ڈیزائنرز کے اشتراک سے کپڑے کی پروسیسنگ کے شعبے میں داخل ہو رہی ہیں۔ ٹیکسٹائل فرمیں کپڑے فراہم کر رہی ہیں جبکہ ڈیزائنرز برانڈ کو مارکیٹ میں شناخت دے رہے ہیں۔

اگرچہ، اس کا آغاز چار سال قبل ہوا تھا لیکن اس میں جو گرجوٹی اس سال دیکھنے میں آئی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی ایک اہم وجہ مارکیٹنگ کی جارحانہ حکمت عملی ہے جس کے تحت انہوں نے فیشن کی صنعت سے وابستہ ممتاز فنکاروں کی خدمات برانڈ سفیر کے طور پر حاصل کی ہیں۔ اس لیے اچھی ساکھ کی حامل ٹیکسٹائل فرمیں جن کی برانڈ کی شناخت مضبوط ہے وہ بھی اس مقابلے میں شامل ہو گئی ہیں۔ کچھ فرموں نے صرف مارکیٹنگ کی ہم کو بہتر بنانے پر انحصار کیا جبکہ دیگر نے متوازی مصنوعات متعارف کرانے کا فیصلہ کیا: ایک فرم کے نام سے اور دوسری ڈیزائنرز کے لیبل سے۔

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ عام ملبوسات کی بڑے پیمانے پر برانڈنگ اور مارکیٹنگ سے ملک میں بے قابو اسراف پسندی کو فروغ ملا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک پہلے ہی پریش اخراجات کے مسئلہ سے دوچار ہے۔ میڈیا میں وسیع پیمانے پر ہم چلانے سے ایسی عادات کو مزید تقویت حاصل ہو گی۔ انہیں یقین ہے کہ ٹیکسٹائل فرموں اور ڈیزائنرز کے درمیان اشتراک چھوٹے پیمانے پر ہے اور یہ صرف بڑے شہروں تک محدود ہے اور یہ اس شعبے کی طویل مدتی نمو کو متاثر نہیں کرے گا۔

ہمارے خیال میں ایسے ناقدین نے ایک اہم نکتے کو نظر انداز کر دیا ہے۔

گذشتہ کئی برسوں سے تجزیہ کار کہتے رہے ہیں کہ ٹیکسٹائل کے شعبے کی مصنوعات اور منڈیوں میں تنوع نہیں پایا جاتا۔ ٹیکسٹائل کے اشیاء ساز مصنوعات میں جدت لانے یا کاروبار کو متنوع بنانے کے لیے مارکیٹنگ پر سرمایہ کاری نہیں کر رہے تھے لیکن اب وہ ان دونوں شعبوں کو اہمیت دے رہے ہیں۔

⁵ پاکستان نے مالی سال 10ء میں ترکی کو تقریباً 343 ملین ڈالر مالیت کی ٹیکسٹائل مصنوعات برآمد کی تھیں جن میں سوئی کپڑے کا حصہ 70 فیصد بنتا ہے۔

⁶ تخفیفاتی اقدامات پر عملدرآمد سے سوئی کپڑوں پر درآمدی ڈیوٹی 6.4 فیصد سے بڑھ کر 24.5 فیصد ہو جائے گی۔

ہمارے خیال میں ٹیکسٹائل کے اشیاء سازوں اور فیشن کی صنعت کے درمیان اشتراک ہمارے ملبوسات کی برآمدات میں بنیادی تبدیلی کی سمت پہلا قدم ہے۔ خصوصاً ہمیں توقع ہے کہ یہ اشتراک صرف لان کی پیداوار اور مارکیٹنگ تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کا دائرہ کار منٹس اورنٹ ویئر جیسے زمروں تک بھی وسیع ہو جائے گا۔ سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ پاکستان کے ملبوساتی اشیاء سازوں کی اکثریت کے عالمی منڈیوں میں مسابقت نہ کر پانے کی اہم وجوہات میں سے ایک ان کے ڈیزائن ہیں جو بدلتے ہوئے عالمی رجحانات سے ہم آہنگ نہیں۔ مزید برآں، پاکستان نے عالمی منڈی میں اپنی زیادہ توجہ مردوں کے کپڑوں پر مرکوز کی ہے جبکہ عورتوں کے لباس کا فیشن تیزی سے تبدیل ہوتا ہے اور یہ مارکیٹ کی مسلسل تحقیق کا متقاضی ہے۔ پیشہ ورانہ صلاحیت کے حامل اور ہم عصر ڈیزائنرز کی موجودگی کے باعث ملبوسات کے مقامی اشیاء سازوں کے لیے اچھا موقع ہے کہ وہ مارکیٹ کے منافع بخش حصوں میں سرایت کریں۔

دوم، ملکی ٹیکسٹائل فرمز برانڈنگ کی قدر اور اس میں سرمایہ کاری کی اہمیت سے واقف ہیں۔ جدت طرازی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ مقامی صارفین کی پسند جانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ کسی مخصوص برانڈ کے لیے کتنی رقم ادا کر سکتے ہیں اور وہ اس کے مطابق اپنی کاروباری حکمت عملیوں کو وضع کر رہے ہیں۔

سوم، ٹیکسٹائل فرمز کی مارکیٹنگ میں دلچسپی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ میڈیا کے اہم اداروں میں روایتی اشتہارات کی جگہ کے علاوہ وہ اپنی مصنوعات کو پرکشش بنانے کے لیے ویب اور تشہیری جرائد کو بھی استعمال کر رہے ہیں۔

آخر، برانڈنگ اور مارکیٹنگ کے نتیجے میں پروسس کیے گئے کپڑے کی برآمدات کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ ثقافتی مماثلت کے باعث پاکستان کے پروسس کیے گئے کپڑے کی بھارت اور بنگلہ دیش میں وسیع منڈی موجود ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی کپڑے کو پسند کیا جاتا ہے، خصوصاً بھارت میں جہاں کے مقامی خردہ فروش بھاری مقدار میں پاکستانی کپڑے کے آرڈر دیتے ہیں۔ چند پاکستانی ٹیکسٹائل فرموں نے بھارت میں اپنی دکانیں بھی کھولی ہیں۔ بعض فرموں نے انہی وجوہات کی بنا پر اپنی مصنوعات کی آن لائن فروخت شروع کر دی ہے۔ متحدہ عرب امارات اور بعض مغربی ممالک میں پاکستانی کپڑے کی فروخت کے لیے وسیع مواقع موجود ہیں کیونکہ ان ملکوں میں پاکستانی، بنگلہ دیشی اور بھارتی تارکین وطن کی بڑی تعداد مقیم ہے۔

ضمیمہ 2: گاڑیاں⁷

جولائی تا مارچ 2011ء کے دوران گاڑیوں کی پیداوار گزشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں زیادہ رہی۔⁸ اجناس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے دیہی علاقوں میں بہتر آمدنی کے باعث ان کی طلب میں اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر فروخت نقد بنیاد پر کی گئی اور اس میں بینکوں کی مالکاری کا حصہ معمولی رہا۔

کاروں اور موٹر سائیکلوں دونوں کی طلب بڑھنے سے اس شعبے میں تیزی آئی ہے۔ حال ہی میں مقبول عام گاڑی سیڈان کا نیا ماڈل متعارف کرایا

⁷ آٹو شعبے کے ماہر بلال خان کا تحریر کردہ۔

⁸ گزشتہ برس کی اسی مدت میں فروخت کی 31.6 فیصد ترقی تاہم یہ مالی سال 2009ء کے دوران بحران کی پست اساس سے بحالی کو ظاہر کرتی ہے۔

گیا ہے اور حکومت کی جانب سے سی این جی کنٹس در آمد کرنے کی اجازت دینے کے فیصلے سے کاریں بنانے والے دو بڑے اداروں کے کام میں تیزی آئی ہے۔⁹

طلب کی سازگار صورت حال کے باوجود مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی میں اس شعبے کو پوزوں کی عالمی رسد میں تعطل کے باعث مشکلات کا سامنا ہے۔¹⁰ سمسٹی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ کاروں کے ایک بڑے اشیاء ساز (ٹو پونا) نے اپنی مصنوعات کے لیے نئی بکنگ کو عارضی طور پر معطل کر دیا ہے۔ لیکن بکنگ شروع ہونے کے باوجود پاکستان میں کام کرنے والے جاپان کے اور پینل ایکویٹمنٹ مینوفیکچررز (اواپی ایبز) مالی سال کے باقی مہینوں میں پیداواری گنجائش سے کم کاریں تیار کرنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ وہ اہم پوزوں کی درآمدات پر انحصار کرتے ہیں۔

حکومت کی جانب سے استعمال شدہ گاڑیاں درآمد کرنے کے قوانین میں نرمی کا حالیہ فیصلہ بھی اس شعبے کے لیے تشویش کا باعث ہے۔¹¹ ان اقدامات پر منڈی کے شرکاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مقامی اشیاء سازوں کا دعویٰ ہے کہ ایسی پالیسی غیر یقینی صورتحال پیدا کرتی ہے اور ان کے آپریشنز کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی پیداواری گنجائش سے کم سطح پر کام کر رہے ہیں۔ جبکہ درآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ مذکورہ اقدامات مقامی منڈی میں وسیع تر مسابقت کو یقینی بنانے کے لیے ناکافی ثابت ہوئے ہیں۔¹²

گاڑیوں کی صنعت آٹو انڈسٹری ڈویلپمنٹ پلان (اے آئی ڈی پی) کے متعلق پالیسی کو حتمی شکل دینے کے مرحلے میں ہے جس کی مدت 2012ء میں ختم ہو رہی ہے۔¹³ اس پر بحث میں مقامی وغیرہ مقامی آٹو پارٹس کی درآمدات کے بارے میں ٹیرف کے ڈھانچے پر نظر ثانی شامل ہے کیونکہ حکومت مقامی آٹو منڈی میں نئی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں ترغیبات دینے میں دلچسپی رکھتی ہے۔

9 حفاظتی خدشات کے باعث حکومت سی این جی کنٹس کی شپ منٹس کو کلیئر کرنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی جس کی وجہ سے آرڈر جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے حکومت کی جانب سے منظوری ملنے کے بعد مارچ 2011ء سے کاروں کی فروخت میں تیزی آ گئی۔

10 اگرچہ جاپان میں کاریں بنانے والے ادارے براہ راست متاثر نہیں ہوئے تھے لیکن سونامی سے آنے والی تباہی نے کاروں کے پوزے بنانے والوں کو بری طرح متاثر کیا۔ اس کے نتیجے میں عالمی سطح پر فیکٹریوں کو پوزوں کی فراہمی میں تعطل کے باعث پیداوار میں کمی کوئی کرنا پڑی۔

11 ابتدائی طور پر کاروں میں نرمی دی گئی اور بعد ازاں بسوں اور ٹرکوں کے لیے بھی اجازت دے دی گئی۔

12 درآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ حکومت نے اب تک استعمال شدہ کاروں کو کمرشل طور پر درآمد کرنے کی اجازت نہیں دی، پالیسی میں کی گئی ترامیم تخائف، سامان اور رپارٹس منتقل کرنے کی ایکسپوزے تک محدود ہیں۔

13 کاروں کی صنعت کے ترقیاتی پروگرام (اے آئی ڈی پی) کا منصوبہ حکومت کی جانب سے صنعت کے فریقوں کی مشاورت سے تشکیل دیا گیا تھا جس کا مقصد 2006ء میں ڈیلیشن پروگرامز کے خاتمے کے بعد تیرف پر مبنی نظاموں (ٹی بی ایس) کی سست پیش رفت تھی۔

ضمیمہ 3: سیمنٹ 14

I- فروخت کے پست حجم کے باوجود سیمنٹ کے مالی امور میں بہتری آئی

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں ملک کی مجموعی پیداواری گنجائش میں 83 فیصد حصہ رکھنے والی 14 (19 میں سے) کمپنیوں نے 674 ملین روپے کا بعد از ٹیکس منافع ظاہر کیا ہے جبکہ مالی سال 10ء کی تیسری سہ ماہی میں انہیں 1.4 ارب روپے کا بعد از ٹیکس نقصان ہوا تھا۔¹⁵ منافع کی بلند سطح بڑی حد تک قیمتوں کے اثر کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں سال بسال بنیادوں پر فروخت کی مقدار 5.9 فیصد کم رہی۔¹⁶

مالی سال 11ء کی دوسری سہ ماہی کے بعد سیمنٹ کی قیمتوں میں اس وقت 35 تا 40 روپے فی ٹھیلے کا اضافہ کیا گیا جب کہ کوئلے کی قیمتیں بڑھنا شروع ہوئی تھیں۔¹⁷ سیمنٹ کے پیشتر ایشیا سازوں کو غیر متوقع طور پر فائدہ پہنچا تھا کیونکہ کمپنیوں پر عالمی قیمتوں کی منتقلی کا مختلف اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اوّل، فرموں کی جانب سے مقامی کوئلے کے استعمال کا تناسب مختلف ہوتا ہے جس کی وجہ سے لاگت میں فرق آ جاتا ہے۔ جو فرمیں بھاری مقدار میں مقامی کوئلے کو استعمال کر رہی ہیں ان پر اس کی عالمی قیمتوں، شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ اور درآمدی مالکاری کے اضافی بوجھ کے زیادہ اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ مزید برآں، ذخائر کی موجودگی تک لاگت ایک خاص حد میں رہتی ہے جس کی وجہ سے مکمل طور پر درآمد شدہ کوئلہ استعمال کرنے والی کمپنیوں کی لاگت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ آخراً، پلانٹ کی استعداد اور فرسودگی کی لاگت میں بھی وسیع فرق پایا جاتا ہے۔

II- مالی سال 11ء میں مقامی منڈی زیادہ نفع بخش رہی

منافع کی بلند سطح کا ایک سبب برآمدات میں کمی ہے کیونکہ اس میں تقسیم کی لاگت شامل ہوتی ہے اور اس سے مقامی منڈی کے مقابلے میں کم قیمت حاصل ہوتی ہے۔ ملکی منڈی میں پیشتر فرمیں ڈیلرز کو ایکس فیکٹری قیمت پر فروخت کرتی ہیں اگرچہ ملک کے شمالی علاقوں میں واقع کچھ کارخانوں کو جنوبی علاقوں کی منڈیوں تک رسائی اور کراچی سے برآمد کرنے کے لیے اندرون ملک بار برداری کے اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ تاہم ڈیزل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور اس کے نتیجے میں سیمنٹ کی مال برداری کی لاگت بڑھنے کے باعث اب ایسے نقل و حمل کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔

III- برآمدات: بھارت کی جانب سے قیمتوں پر عائد رکاوٹوں کے خاتمے سے برآمدات میں اضافے کا امکان ہے

رواں سال سیمنٹ کی برآمدات خاصی کمزور رہی جس کی اہم وجوہات یہ ہیں: (1) بھارت کو برآمدات میں قیمتوں کے علاوہ رکاوٹیں (2) افغانستان کی جانب سے عائد ڈیوٹی کی بلند سطح اور (3) مشرق وسطیٰ اور بھارت میں پیداواری گنجائش میں توسیع۔

اپریل 2011ء میں برآمدی لائسنسوں کی تجدید کے بعد بھارت کو برآمدات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔¹⁸ اس کے جواب میں پاکستان نے ریلوے کا

14 سیمنٹ کے شعبے کی ماہر کمٹت رؤف کا تحریر کردہ۔

15 انتخاب اعداد و شمار کی دستیابی پر مبنی ہے۔

16 مجموعی طور پر مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں اس صنعت کی فروخت میں 7.1 فیصد سال بسال کی آئی جبکہ جولائی تا مئی 2011ء میں 8.7 فیصد سال بسال کی دیکھی گئی۔

17 وسط مارچ میں آئٹیل ایکسائز ڈیوٹی کو 1 فیصد سے بڑھا کر 2.5 فیصد کرنے سے بھی قیمت پر دباؤ ڈالیں مالی سال 12ء کے بجٹ میں آئٹیل ایکسائز ڈیوٹی کے مکمل خاتمے اور ایف ای ڈی میں کمی کی تجویز دی گئی ہے۔

18 قریبی سرحدوں کے علاوہ بھاری مقدار پر مال برداری کے اخراجات میں تیزی سے اضافے سے سیمنٹ کی مسابقت میں فوری طور پر کمی آ جاتی ہے۔ پاکستانی سیمنٹ کی پچاس فیصد سے زائد برآمدات افغانستان کو جبکہ تقریباً 7 فیصد بھارت جاتی ہیں۔

راستہ کھول دیا ہے جس سے شمال میں واقع سیمنٹ کے پیدا کاروں کو سہولت ملے گی۔¹⁹ تاہم مال برداری کی ویکوں کی محدود تعداد کے باعث ریلوے کے ذریعے بھاری مقدار کی تجارت میں مشکلات برقرار ہیں جبکہ یہ شرط بھی ایک اہم رکاوٹ ہے کہ مال برداری کے لیے استعمال ہونے والی ریلوے کی ویکیں بھارت سے خالی واپس نہیں آئیں گی۔²⁰ دلچسپ امر یہ ہے کہ نجی طور پر چلائے جانے والے ٹرک ایسی شرائط عائد نہیں کرتے لیکن فی الوقت ٹرک کے ذریعے واہگہ کے سرحدی راستے سے سیمنٹ کی تجارت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

واہگہ بارڈر پر اسکینرز کی تخصیص مالی سال 12ء میں برآمد کنندگان کے لیے سب سے مثبت پیش رفت ہوگی جس کے بعد ٹرکوں پر مبنی تجارت کی اجازت مل جائے گی۔ یہ صورتحال دونوں ملکوں کے لیے فائدہ مند ہوگی۔ تیزی سے پھیلتی ہوئی بھارتی معیشت میں سیمنٹ کی طلب موجود ہے لیکن اس کے چونے اور چیم کے ذخائر تیزی سے ختم ہو رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے پاکستان سے یا تو خام مال یا پھر سیمنٹ منگوانا پڑے گا۔ کم قیمت کا پاکستانی سیمنٹ بظاہر ایک بہتر تبادلہ معلوم ہوتا ہے۔ دوم، ٹرک استعمال کرنے سے سیمنٹ کو ہاتھ لگانے کی ضرورت کم پڑے گی جس سے معیار گر جاتا ہے۔ پاکستان کے برآمد کنندگان کو اگرچہ ٹرکوں کی بھاری لاگت برداشت کرنا پڑے گی لیکن انہیں اپنی برآمدات کو بڑھانے کے زیادہ مواقع ملیں گے اور وہ بہتر معیار کے عوض زیادہ معاوضہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

IV۔ پلانٹس پہلے کے مقابلے میں زیادہ مؤثر بہ لاگت ہوتے جا رہے ہیں

پرانے کا رخانے بند ہو رہے ہیں۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران غیر مستعد ویٹ پروسیس کے حامل تقریباً تین ملین میٹرک ٹن کی پیداواری گنجائش رکھنے والے سیمنٹ کے کارخانوں نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ نئے پلانٹس نے پیداوار شروع کر دی ہے۔ مئی 2011ء میں 2.6 ملین میٹرک ٹن پیداواری گنجائش رکھنے والے ایک کارخانے نے کام شروع کر دیا ہے جبکہ ایک ملین ٹن کا ایک اور پلانٹ آئندہ دو برسوں میں کام شروع کر دے گا۔ نئے پلانٹ توانائی کا زیادہ مؤثر استعمال کرتے ہیں اور ان میں پیداواری لاگت کم آتی ہے۔ موجودہ کارخانوں نے بھی توانائی کا زیادہ مؤثر استعمال کرنے والی ٹیکنالوجی پر سرمایہ کاری کی ہے جیسے ضائع شدہ گرمی کی بازیابی کا عمل جس سے بجلی کے استعمال میں 30 فیصد تک کمی ہو جاتی ہے جبکہ ریفریو ڈیوڈرائیڈ فیول (آر ڈی ایف) کے استعمال سے کولے پر انحصار میں کمی آ جاتی ہے۔ توقع ہے کہ ان اقدامات سے طویل مدت میں سیمنٹ کی پیداواری لاگت کم ہو جائے گی۔

¹⁹ اناج کی نقل و حمل میں اضافے کے باعث اپریل میں گندم کی کٹائی کے بعد ملک کے اندر مال برداری کی لاگت دگنی ہو جاتی ہے۔ شمال سے جنوب منتقلی کا موجودہ کرایہ 20 ڈالر فی میٹرک

ٹن ہے۔

²⁰ مؤخر الذکر میں درآمدی مسابقت کے شعبوں کے متعلق خدشات پیدا ہوتے ہیں جیسے گاڑیوں کے پرزے، ہزریاں اور دالوں کی کاشت۔

ضمیمہ 4: کھاد 21

مالی سال 11ء کی ابتدائی تین سہ ماہیوں میں کھاد کی پیداوار 5.1 ملین ٹن رہی اور اس میں گذشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں معمولی اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم مارچ کے اعداد و شمار اور اپریل کے تخمینے تشریح کا باعث ہیں۔ موسم سرما ختم ہونے کے بعد بھی کھاد کے شعبے کو گیس کی فراہمی میں کمی جاری رہی جس نے پیداوار پر منفی اثرات مرتب کیے۔²² کھاد کی بلند طلب کے باعث طلب و رسد میں فرق آسکتا ہے۔

خصوصاً یوریا کے معاملے میں صورتحال زیادہ تشویشناک ہے۔ اگرچہ ملک کے پاس کھاد کی ملکی طلب کو پورا کرنے کی خاصی گنجائش موجود ہے لیکن گیس کی ناکافی رسد کے باعث ملک مستقل قریب میں یوریا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔²³

I۔ یوریا: گیس کی قلت سے پیداوار میں مشکلات پیدا ہوں گی

یوریا کی پیداوار میں 2011ء کے ابتدائی تین مہینوں کے دوران 1.3 ملین ٹن کی اضافی پیداواری گنجائش کے باوجود گذشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں 8 فیصد کمی دیکھنے میں آئی ہے جس کا اہم سبب قدرتی گیس کی فراہمی میں نمایاں کمی ہے۔

اگرچہ پیداوار دستیاب گنجائش سے کم رہی لیکن گذشتہ برس آنے والے سلاب کے اثرات کے بعد یوریا کے استعمال میں بحالی شروع ہو گئی ہے اور توقع ہے کہ آئندہ موسم خریف میں اس کی طلب میں تیزی آئے گی۔ تخمینوں سے نشاندہی ہوتی ہے کہ موسم خریف میں 3.0 تا 3.1 ملین ٹن یوریا استعمال ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کھاد کی صنعت کو گیس کی فراہمی میں الیس این جی پی ایل نیٹ ورک سے 20 فیصد اور ماری گیس نیٹ ورک سے 12 فیصد کمی کی گئی تو ملک کو 200 تا 300 ہزار ٹن یوریا کھاد درآمد کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

مئی 2011ء میں اقتصادی رابطہ کمیٹی کے ایک فیصلے کے تحت کھاد کمپنیوں کو الیس این جی پی ایل نیٹ ورک سے تقریباً 40 ایم ایم سی ایف ڈی (اس میں گیس کی فراہمی میں 20 فیصد کمی کو برقرار رکھا گیا) حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے بدلے چارنجی بجلی سازوں کو اپنے پائپس ڈیزل پر چلانے ہوں گے۔ کھاد کمپنیوں نے ڈیزل گیس کے فرق کی دو تہائی لاگت کو برداشت کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔ یہ اتفاق رائے اس مالی سال کے آخر تک کے لیے ہے اور اس پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔

اس عارضی بندوبست کے متعلق خدشات خاصے درست ہیں کیونکہ 200 تا 300 ہزار ٹن یوریا کی متوقع درآمد سے ملک کو 90 تا 150 ملین ڈالر کا اضافی درآمدی بلی برداشت کرنا پڑے گا، جس کا دارومدار یوریا کے عالمی نرخوں پر ہے۔ اگر حکومت نے درآمدہ یوریا پر زرعات دینے کا فیصلہ کیا تو 7 تا 8 ارب روپے کی مالیاتی گنجائش کم ہو جائے گی۔ فی الوقت مقامی یوریا عالمی نرخوں کے مقابلے میں 40 فیصد رعایتی قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔

اگر گیس کی کمی موجودہ سطح سے تجاوز کر گئی تو امکان ہے کہ کھاد کمپنیاں یوریا کی قیمتوں میں اضافہ کر دیں گی۔ تاہم کھاد کی بروقت فراہمی ہونا چاہیے تاکہ کاشت کار اجناس میں اپنی ابتدائی سرمایہ کاری میں کمی کو پورا کر سکیں۔

21 کھاد کے شعبے کے ماہر سید عزیز علی کا تحریر کردہ۔

22 کھاد کی صنعت قدرتی گیس کو خام مال کے طور پر استعمال کرتی ہے۔

23 حکومت درآمد شدہ یوریا پر زرعات فراہم کرتی ہے چونکہ مقامی تیار کردہ یوریا بھی رعایتی نرخوں پر فروخت کیا جاتا ہے۔

II۔ ڈی اے پی: موسم گرما میں قیمتیں مستحکم رہیں گی اور ربیع کے موسم میں استعمال بڑھے گا

موسم ربیع (اکتوبر تا مارچ) میں ڈائی امونیم فاسفیٹ (ڈی اے پی) کا استعمال 802 ہزار ٹن کی سطح پر منجمد رہا جو گذشتہ برس کے موسم ربیع میں 800 ہزار ٹن تھا۔ عالمی قیمتوں میں غیر متوقع کمی کے باعث امید ہے کہ آئندہ موسم خریف (اپریل تا ستمبر) میں ڈی اے پی کے استعمال میں بہتری آئے گی۔

یورپ کی طرح ڈی اے پی کے استعمال کا انحصار بھی نرخوں پر ہوتا ہے کیونکہ کاشت کار یورپ یا کو ضرورت سمجھتے ہیں اور ڈی اے پی کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ ڈی اے پی کے استعمال میں اس کی تغیر پذیر قیمتوں کے باعث خاصا اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آیا ہے۔

ڈی اے پی کی مقامی قیمتیں عالمی نرخوں سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور ان میں خاصی تغیر پذیری پائی جاتی ہے۔ مستقبل میں ڈی اے پی کی قیمتیں مستحکم رہنے کا امکان ہے کیونکہ چین موسم گرما میں ڈی اے پی درآمد کرنے کی اجازت دے سکتا ہے اور توقع ہے کہ سال کے آخر تک سعودی عرب میں ڈی اے پی کا ایک بڑا کارخانہ کام شروع کر دے گا۔

ضمیمہ 5: تعمیرات²⁴

مالی سال 10ء میں 28.4 فیصد (مالی سال 61ء کے بعد سے بلند ترین سطح) کی مضبوط نمو کے بعد توقع ہے کہ مالی سال 11ء میں تعمیرات کی نمو سست رفتاری کا شکار ہو کر 0.8 فیصد ہو جائے گی۔ اس میں کمی کا اہم سبب تعمیرات کی لاگت میں تیزی سے اضافہ ہے۔ مئی 2010ء میں حکومت کی جانب سے کم از کم اجرت میں اضافہ مالی سال 11ء میں تعمیرات کی لاگت بڑھنے کا ایک اہم سبب ہے۔ تعمیرات کی صنعت نہ صرف مرکز بہ محنت صنعت ہے بلکہ اس سے منسلک اینٹوں، ٹائل وغیرہ میں بھی ہاتھ سے کافی کام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیمنٹ کی قیمتیں جو بلند اجرتوں سے بڑی حد تک متاثر نہیں ہوئیں، وہ مالی سال 11ء کی دوسری سہ ماہی سے کونکے کے عالمی نرخوں میں اضافے کے باعث تیزی سے بڑھی ہیں۔

لاگت میں اضافے کے باعث تمام سرکاری و نجی منصوبوں میں آنے والی لاگت پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چونکہ مالیاتی گنجائش پہلے ہی کم (سرکاری ترقیاتی اخراجات میں کٹوتی کی گئی) تھی اس لیے متعدد مجوزہ منصوبوں اور جاری سرکاری منصوبوں پر کام روک دیا گیا تھا۔ نجی شعبے میں اس کا نتیجہ بلڈرز اور ٹھیکیداروں کو ادائیگیوں کی تاخیر میں صورت میں برآمد ہوا جس کی وجہ سے بعض مقامات پر تعمیراتی کام کو منجمد کر دیا گیا کیونکہ بیشتر بلڈرز کی جاری لاگت کا انحصار بروقت ادائیگیوں پر ہوتا ہے۔

مزید بہتر مالی وساطت سے خریداروں اور بلڈرز دونوں کو نقد رقم کا بہاؤ قابو میں رکھنے میں مدد مل سکتی تھی اور اس سے تعمیرات کے شعبے کی نمو کو پائیدار سطح پر رکھنا ممکن تھا۔ اگرچہ مالی سال 11ء کے دوران حقیقی (گرانی سے مطابقت کردہ) مکاناتی قرضوں کی تقسیم کچھ زیادہ رہی لیکن اس سے تعمیراتی سرگرمیوں کو زیادہ تر حرکت نہیں مل سکا کیونکہ مالی رسائی محدود ہے۔ مزید برآں کمرشل بینکوں کے پاس رہائشی تعمیرات کرنے والے بلڈرز کو قرضے دینے کے لیے مصنوعات موجود نہیں ہیں: یہ پاکستان میں رہائشی تعمیرات کے کاروباری ماڈل کی سب سے عام قسم ہے۔ مذکورہ مسائل کا ادراک کرتے ہوئے اسٹیٹ بینک بڑے پیمانے کی ترقیاتی مالیات کی مصنوعات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ پاکستان مورگج ری فنانس کمپنی (پی ایم آری) کے قیام کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ مذکورہ دونوں اقدامات مالی سال 12ء میں متعارف کرائے جائیں گے۔

بعض مالیاتی اقدامات سے بھی آئندہ مہینوں میں تعمیرات کی صنعت کو فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ مثلاً: (1) آئندہ بجٹ میں سیمنٹ پرائیوٹ ای ڈی کو 700 روپے فی میٹرک ٹن سے کم کر کے 500 روپے فی میٹرک ٹن کرنے کی تجویز دی گئی ہے اور مالی سال 12ء کے بجٹ میں اسپیشل ایکسائز ڈیوٹی کو واپس لے لیا گیا ہے۔ ان اقدامات سے توقع ہے کہ سیمنٹ کی قیمت میں تقریباً 4 فیصد تک کمی آئے گی (2) مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی میں متعدد ڈیموں بشمول میرانی ڈیم، جہان ہائیڈرو پاورری ہیلی ٹیشن پروجیکٹ، دیامر بھاشا ڈیم اور 12 چھوٹے ڈیموں پر تعمیراتی کام شروع ہونے کی توقع ہے جن کے لیے رقوم حکومت پاکستان اور چین کا ایگزیم بینک مشترکہ طور پر فراہم کریں گے (3) سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں ووکیشنل ٹریننگ سینٹرز، اسکولوں، اسپتالوں، کلبینکس، پانی کے ٹینکوں اور سڑکوں کی تعمیر سمیت وزیراعظم کی جانب سے ملک بھر میں دس لاکھ مکانات تعمیر کرنے کی اسکیم پر عملدرآمد میں تیزی آرہی ہے۔

آخر میں اگرچہ تعمیرات میں مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران تیزی آئی ہے تاہم مستقبل قریب میں ریئل اسٹیٹ کی قیمتوں میں اضافے

²⁴ تعمیرات کے شعبے کی ماہر کمٹت رؤف کا تحریر کردہ۔

کا امکان نہیں کیونکہ (1) خریداری کی سرگرمیاں چھوٹے مکانات تک محدود ہیں (2) لوگ خطرہ مول لینے سے زیادہ گریز کر رہے ہیں، اس لیے مارکیٹ میں سٹے بازوں کی تعداد کم ہے (3) حکومت کی مکاناتی اسکیمیں زیادہ مقبول ہیں اور (4) تعمیرات کی بیشتر سرگرمی کم نرخوں کے مضافاتی علاقوں میں دیکھی جا رہی ہے²⁵ اس لیے مستقبل قریب میں رئیل اسٹیٹ کی قیمتیں مستحکم رہنے کی توقع ہے۔²⁶

²⁵ کم نرخوں والے مضافاتی علاقوں میں زمین پر جارحانہ قبضے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ مزید برآں شہروں کی گتجان آبادیوں میں کم گنجائش کے باعث حکومت نے اہم شہروں کے مضافاتی علاقوں میں غیر آباد زمین خریدنا شروع کر دی ہے۔ یوٹیلیٹی انفراسٹرکچر کے ساتھ ہی نجی بلڈرز بھی ایسے علاقوں میں زمین کی خریداری کے لیے میدان میں آ گئے ہیں۔

²⁶ دلچسپ امر یہ ہے کہ رئیل اسٹیٹ کی کم قیمتوں اور گزشتہ دو برسوں میں روپے کی قدر میں کمی نے ترسیلات کی بجائے والے کارکنوں خصوصاً مشرق وسطیٰ میں بسنے والوں کو متوجہ کیا ہے۔ تاہم مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران کرنسی کی قدر بڑھنے سے ایسی مؤثر آمدنی میں کمی آئی ہے۔

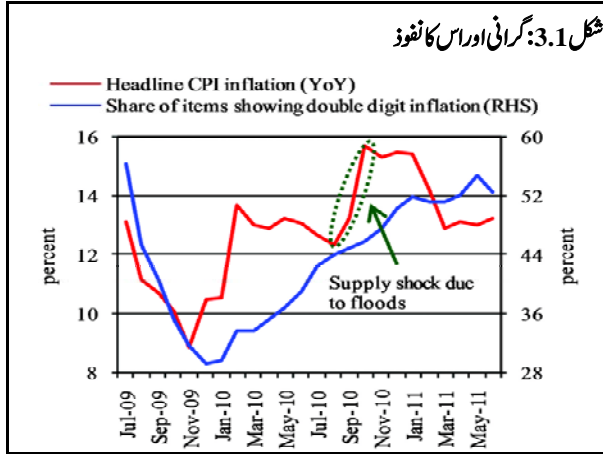
3 قیمتیں

3.1 عمومی جائزہ

گرائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کے حالیہ رجحانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیمتوں پر پڑنے والے سیلاب کے اثرات مکمل طور پر زائل ہو گئے ہیں تاہم مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو گرائی کا دباؤ بدستور کافی مضبوط ہے: جولائی تا مئی 11ء میں گرائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت 14.0 فیصد رہی جو کہ مئی 10ء کے اسی عرصے کے دوران 11.7 فیصد سے کافی بلند ہے۔ اس کے باوجود توقع ہے کہ مئی 11ء کے لیے گرائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت 14.0 فیصد کے قریب رہے گی جس میں اسٹیٹ بینک کی طرف سے پہلے کی گئی پیشگوئی سے بہتری آئی ہے۔¹

اگرچہ مرکزی بینک کے لیے بلند گرائی ہمیشہ سے باعث تشویش رہی ہے تاہم کچھ موجودہ رجحانات زیادہ پریشان کن ہیں۔ اوّل یہ کہ گرائی بدستور مضبوط ہے، دوم گرائی کا دباؤ وسیع الہیاد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرائی بیشتر شعبوں میں سرایت کر گئی ہے اور قلیل مدت میں اس پر قابو پانا مشکل ہوگا۔ آخراً، اگرچہ آئندہ مہینوں میں غذائی گرائی میں کمی آسکتی ہے تاہم مستقبل قریب میں مجموعی گرائی گھٹ نہیں سکتی۔

3.2 گرائی کے رجحانات

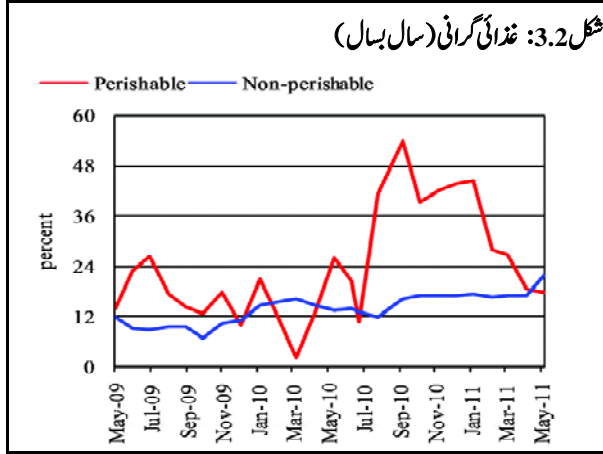


دسمبر 2010ء میں گرائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت سال بسال اپنی بلند سطح 15.5 فیصد سے کم ہو کر مئی 2011ء میں 13.23 فیصد ہو گئی ہے۔ تاہم بات یہ ہے کہ گرائی کی یہ سطح سیلاب سے قبل کی سطح کے بہت قریب ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرائی پر اگست 2010ء کے سیلاب کے اثرات مدہم پڑ گئے ہیں (دیکھئے شکل 3.1)۔ سیلاب کے اثرات معدوم ہونے کے بعد سے جلدی خراب ہونے والی اشیاء کی قلت پر بھی قابو پایا گیا۔ چنانچہ غذائی گرائی میں کمی کا سبب جلدی خراب ہونے والی اشیاء کی قیمتیں گرنا ہے (دیکھئے شکل 3.2)۔ اس سے فروری 2011ء تک مجموعی گرائی کم کرنے میں مدد ملی۔

مابوس کن بات یہ ہے کہ جلدی خراب نہ ہونے والی اشیاء (مثلاً خوردنی تیل، ڈیری مصنوعات، چائے اور چنا) کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے

¹ اسٹیٹ بینک نے مئی 11ء میں گرائی کی پیش گوئی 14.5 سے 15.5 فیصد کے درمیان رکھی ہے (دیکھئے مئی 11ء کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر دوسری سہ ماہی رپورٹ)

شکل 3.2: غذائی گرانی (سال بسال)



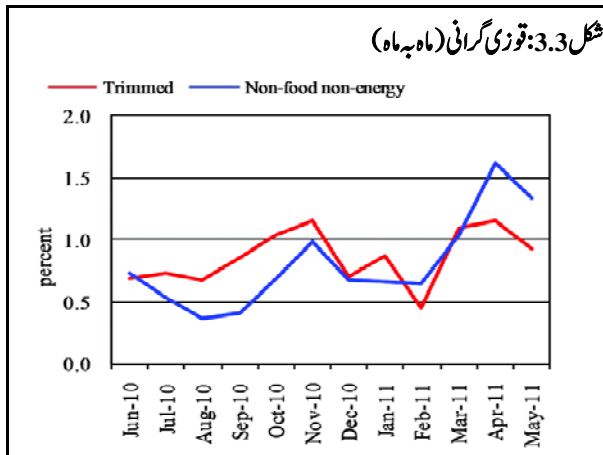
فروری کے بعد سے کی کا یہ رجحان برقرار نہ رہ سکا۔ مزید برآں ملبوسات و ٹیکسٹائل اور صفائی و لائڈری ذیلی گروپوں کے ساتھ ساتھ اشاریہ کرایہ مکان میں اضافے کے باعث گرانی کا دباؤ بڑھا۔ اسی لیے فروری 2011ء سے گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت تقریباً 13 فیصد کے آس پاس ہے جو گرانی کے قائم رہنے کی عکاسی کرتی ہے۔

اسٹیٹ بینک کے لیے ایک باعث تشویش امر گرانی کے دباؤ کا پوری معیشت میں پھیل جانا ہے۔

خصوصاً صارف اشاریہ قیمت باسکٹ میں دو ہندسی گرانی کی حامل اشیاء کا حصہ مئی 2011ء میں 50 فیصد سے بڑھ گیا۔ اس امر کو صحیح تناظر میں یوں دیکھا جاسکتا ہے کہ مئی 2010ء میں ان اشیاء کا تناسب تقریباً 39 فیصد تھا (دیکھئے شکل 3.1)۔ لیکن مجموعی گرانی پر اس کا نمایاں اثر نہیں پڑا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صارف اشاریہ قیمت باسکٹ میں موجود دو ہندسی گرانی کی حامل اشیاء میں اضافہ ہوا ہے لیکن چونکہ صارف اشاریہ قیمت میں ان کا وزن نمایاں نہیں ہے اس لیے مجموعی گرانی پر اس کے اثرات نہیں پڑے۔

قوزی گرانی کے پیمانے وسیع الہیاد گرانی کے دباؤ کی عکاسی کرتے ہیں (دیکھئے شکل 3.3)۔ عالمی منڈی میں اشیاء کی بلند قیمتوں کی منتقلی کے باعث حالیہ دنوں میں قوزی گرانی (تراشیدہ اوسط کے ساتھ ساتھ غیر غذائی غیر توانائی) میں ماہ بہ ماہ تبدیلیاں زیادہ نمایاں رہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرانی نے زیادہ تر اشیاء کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ خاص طور پر غیر غذائی غیر توانائی پر دباؤ سے پتہ چلتا ہے کہ معیشت غذا اور توانائی کے دھچکوں سے پہلے کی نسبت کہیں زیادہ متاثر ہو سکتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زری تختی کی طرح کے صرف روایتی پالیسی اقدامات سے گرانی کی شدت کم نہیں کی جاسکتی۔

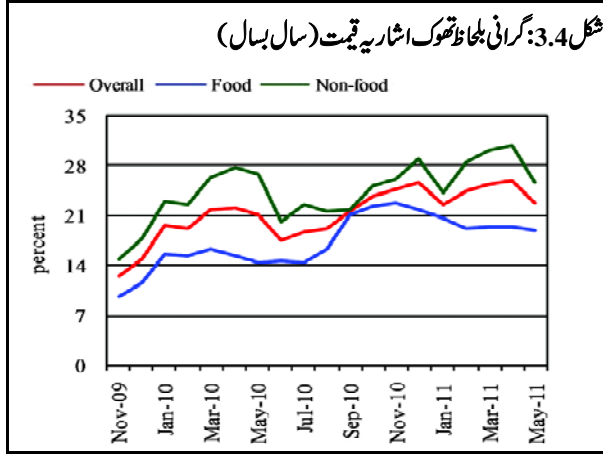
شکل 3.3: قوزی گرانی (ماہ بہ ماہ)



3.3 گرانی کا آئندہ منظر نامہ

ربیع کی اچھی فصل کے بعد گندم اور چینی کی قیمتیں کم ہوئی ہیں جس سے آئندہ مہینوں میں غذائی گرانی کو قابو میں کرنے میں مدد ملے گی۔

اپریل میں تھوک قیمتیں تیزی سے بڑھ کر 25.9 فیصد تک پہنچ گئیں۔ یہ 30 مہینوں کی بلند ترین سطح ہے جبکہ مئی میں اس میں سست روی رہی اور کم ہو



کر 22.9 فیصد پر آگئی (دیکھئے شکل 3.4)۔ غیر غذائی اشیا (مثلاً پیٹرولیم مصنوعات اور کپاس) کی وجہ سے تھوک نرخوں میں اضافے کا رجحان ہے۔

مارچ 2011ء کے بعد سے کپاس کی قیمتوں میں کمی ہوئی جبکہ پیٹرولیم مصنوعات میں نہیں ہوئی۔ چونکہ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں صارف اشاریہ قیمت باسٹ کی دیگر اشیا پر بھی دباؤ بڑھاتی ہیں اس لیے آئندہ مہینوں میں مجموعی گرانی میں تیزی سے کمی کا امکان نہیں۔ عالمی بحالی کی توقعات، جاپان میں

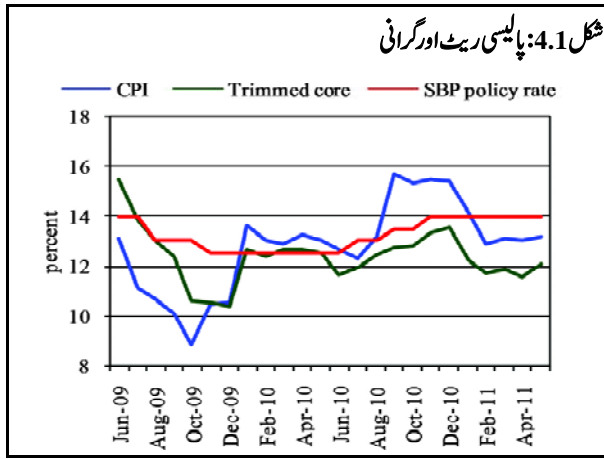
زلزلہ اور مشرق وسطیٰ و شمالی افریقہ میں سیاسی بے چینی وہ بڑے عوامل تھے جن کے باعث 2011ء کے اوائل میں ایشیا کی عالمی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ تاہم امریکی معیشت کی بحالی کی مایوس کن صورتحال کے بعد مئی کے پہلے ہفتے میں ایشیا کی قیمتوں میں تیزی سے کمی واقع ہوئی جس کی وجہ سے مئی میں گرانی بلحاظ تھوک اشاریہ قیمت گھٹ گئی۔ اس کے بعد سے ایشیا کی قیمتوں میں دوبارہ اضافہ دیکھا گیا اور تھوک نرخوں میں گرانی کی توقع ہے۔

بدقسمتی سے ایشیا کی عالمی قیمتوں میں دوبارہ اضافے سے یہ توقعات بڑھ سکتی ہیں کہ مستقبل قریب میں ملک میں گرانی بدستور بلند سطح پر رہے گی۔ یہ تاثر کہ اسٹیٹ بینک حکومت کے خسارے کی تسلیک کرتا ہے ان توقعات کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ مزید برآں عام لوگ ایندھن کی قیمتوں اور بجلی کے ٹیرف میں اضافے اور جنرل سیلز ٹیکس کے نفاذ کی توقع کرنے لگے ہیں جس سے گرانی کو تقویت ملتی ہے۔ آخراً، آئی ایم ایف کے تحت مختلف زر ہائے اعانت کے متوقع خاتمے سے بھی یہ مسئلہ سنگین تر ہو سکتا ہے۔

غذا اور توانائی کے دھچکوں کی غیر موجودگی کے باوجود مجموعی گرانی کا منظر نامہ بہت حوصلہ افزا نہیں ہے۔ اگرچہ ہم توقع کرتے ہیں کہ غذائی قیمتوں کی صورتحال طبعی طور پر بخیر رہے گی تاہم گرانی کی از خود پوری ہونے والی توقعات کی جڑیں معیشت میں مضبوط ہو چکی ہیں جس سے مستقبل قریب میں گرانی میں نمایاں کمی ہونے کی توقع نہیں ہے۔ بیرونی محاذ پر چین اور امریکہ میں بڑھتی ہوئی طلب اور جاپان کے سنبھل جانے کے بعد موسم گرما میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کا امکان ہے۔ مسلسل بلند قوزی گرانی نے ایسے بیرونی دباؤ میں معیشت کو زیادہ ضرر پذیر بنا دیا ہے۔

4 زر اور بینکاری

4.1 عمومی جائزہ



اسٹیٹ بینک نے گزشتہ تین پالیسی اعلانات (جنوری، مارچ اور مئی 2011ء) میں اپنا پالیسی ریٹ 14 فیصد پر برقرار رکھا جس کا سبب بیرونی کھاتے میں بہتری اور مرکزی بینک سے سرکاری قرض گیری میں کسی حد تک ٹھہراؤ ہے۔ مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران پالیسی ریٹ میں مجموعی طور پر 150 بیس پوائنٹس کا اضافہ کیا گیا تھا، اس لحاظ سے حالیہ فیصلے زری پالیسی میں رد و بدل کا اشارہ کرتے ہیں۔

زری پالیسی کو درپیش بنیادی دشواریوں میں کمزور اقتصادی سرگرمیاں، دو ہندسی گرانی، بیرونی کھاتے کی کارکردگی معکوس ہو جانے کا خطرہ اور مسلسل ملکی مالکاری کا متقاضی بھاری مالیاتی خسارہ شامل ہیں۔ ملکی نرخوں پر سیلاب کے اثرات اگرچہ واضح طور پر زائل ہو چکے ہیں، تاہم گرانی کا دباؤ بدستور ہے (دیکھئے شکل 4.1)۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں کہا گیا ہے، اصل پریشانی یہ ہے کہ گرانی کا منظر نامہ حوصلہ افزا نہیں۔

بیرونی کھاتے کی کارکردگی معکوس ہو جانے کا امکان زری پالیسی کے لیے تشویش کا ایک اور اہم سبب ہے۔ بالخصوص بیرونی کھاتے پر کوئی بھی دباؤ بین الینک زری منڈی میں روپے کی سیالیت پر اثر ڈالے گا جس سے زری پالیسی کا نفاذ مشکل ہو جائے گا۔

جہاں تک مالیاتی پہلو کا تعلق ہے، حکومت خسارے کے نظر ثانی شدہ ہدف جی ڈی پی کے 5.5 فی صد کو لے کر چل رہی ہے۔ تاہم چونکہ جولائی تا مارچ 2011ء کے دوران میزانی خسارہ پہلے ہی جی ڈی پی کا 4.5 فیصد ہو چکا ہے، اس لیے سالانہ ہدف کا حصول دشوار ہوگا۔

مذکورہ مالیاتی دباؤ کے باوجود حکومت نے اسٹیٹ بینک سے اپنا وعدہ نبھایا ہے اور اس سے قرض گیری بڑی حد تک آخر ستمبر 2010ء کی سطح پر برقرار رکھی ہے۔ درحقیقت مئی 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران حکومت نے 107.3 ارب روپے اسٹیٹ بینک کو ادا کیے۔ مئی 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران پالیسی ریٹ برقرار رہنے کا اہم سبب قرض گیری پر کنٹرول کے ساتھ ساتھ بیرونی کھاتے میں نمایاں بہتری ہے۔

تاہم شعبہ توانائی کے نیم مالیاتی اخراجات (گردشی قرضہ) کی ادائیگی کے لیے اسٹیٹ بینک سے سرکاری قرض گیری میں حالیہ اضافہ حکومت کے

وعدوں کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے خیال میں سرکاری قرض گیری میں یہ اضافہ عارضی ہے، اور امید ہے کہ وہ حکومت کے وعدے کے مطابق رواں مالی سال کے اختتام تک آخر ستمبر 2010ء کی سطح پر واپس چلی جائے گی۔

4.2 زری مجموعے

جدول 4.1: زری مجموعے (یکم جولائی 28 تا مئی 11ء)				
بہاؤ ارب روپے میں، نمونہ فیصد میں				
شرح نمو		بہاؤ		
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 11ء	مئی 10ء	
11.7	9	677.8	463.6	زرو سچ (زر)
31.3	-4.5	170.8	-22.3	خالص بیرونی اثاثے
38.9	0.9	147.4	2.9	اسٹیٹ بینک
14	-13.1	23.3	-25.2	جدولی بینک
9.7	10.5	507.1	485.9	خالص ملکی اثاثے
11.5	17.2	113.4	155.4	اسٹیٹ بینک
9.3	8.8	393.6	330.5	جدولی بینک

دستیاب معلومات کے مطابق بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں اور خالص ملکی اثاثوں، دونوں نے یکم جولائی تا 28 مئی 11ء کے دوران زری توسیع میں اپنا حصہ ڈالا (دیکھئے جدول 4.1)۔ اس عرصے کے دوران بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں 170.8 ارب روپے کا پھیلاؤ دیکھا گیا (جس سے بیرونی کھاتے میں اطمینان کی عکاسی ہوتی ہے) ¹ جبکہ خالص ملکی اثاثوں میں 507.1 ارب روپے کا تیز رفتار اضافہ ہوا۔

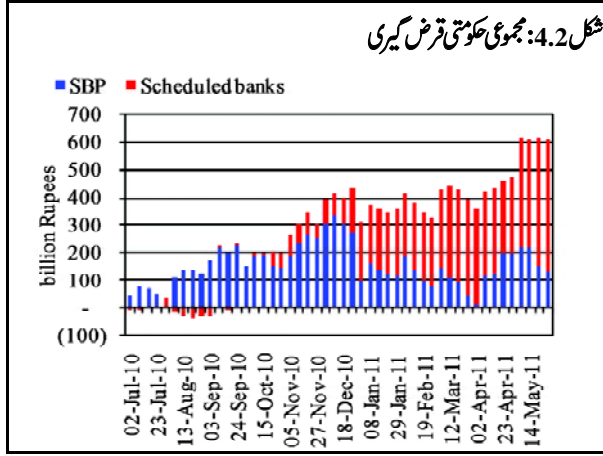
جدول 4.2: خالص ملکی اثاثوں کے اہم اجزاء (یکم جولائی 28 تا مئی 11ء)				
بہاؤ ارب روپے میں، نمونہ فیصد میں				
شرح نمو		بہاؤ		
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 11ء	مئی 10ء	
23.1	20.8	563.5	422.2	حکومتی قرض گیری
30.2	22.1	608.3	371.1	اعانت میزانیہ کے لیے
10.7	12.2	129.5	142.6	اسٹیٹ بینک
59.6	44.3	478.8	228.5	جدولی بینک
-11.9	15.5	-49	52	اجتناسی سرگرمیاں
3.6	5.4	121.1	173.3	غیر سرکاری شعبہ
3.4	3.6	102.5	103.5	تجلی شیعے کو قرضہ
5.1	25.9	18.1	68.9	پلی ایس ایڈ کو قرضہ

بینکوں کے خالص ملکی اثاثوں پر اثر انداز ہونے والے اہم اجزاء پر آگے مختصر بحث کی گئی ہے۔

اعانت میزانیہ کے لیے سرکاری قرض
یکم جولائی تا 28 مئی 11ء کے دوران اعانت میزانیہ کے لیے سرکاری قرض گیری 30 فیصد سے زائد بڑھی جس کا سبب مالیاتی خسارہ اور بیرونی رقوم کی ناکافی فراہمی ہے (دیکھئے جدول 4.2)۔ زرو سچ میں 89.7 فیصد سے زائد پھیلاؤ اسی وجہ سے ہوا۔

اعانت میزانیہ کے لیے سرکاری قرض گیری کو تین مختلف مراحل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلا مرحلہ جولائی تا وسط دسمبر 2010ء تک کا ہے جس میں حکومت نے بنیادی انحصار اسٹیٹ بینک سے قرض گیری پر کیا، چنانچہ اس عرصے میں حکومت نے بینکوں سے 413.5 ارب روپے قرض لیا جس میں سے 328.6 ارب روپے اسٹیٹ بینک سے لیے۔

¹ جولائی تا اپریل 11ء کے دوران بیرونی کھاتوں میں جاری کھاتے کی 748 ملین ڈالر فاضل رقم موجود ہے جبکہ گذشتہ مالی سال کے اس عرصے میں اس کھاتے میں 3,456 ملین ڈالر خسارہ تھا (تفصیل کے لیے دیکھئے اسی دستاویز کا باب 6 بیرونی شعبہ)۔



دوسرا مرحلہ وسط دسمبر سے آخر مارچ 2011ء تک ہے جس کے دوران حکومت بینکوں سے اپنی قرض گیری محدود رکھنے میں کامیاب رہی۔ اہم بات یہ ہے کہ حکومت نے کچھ قرضہ اسٹیٹ بینک کی جگہ کمرشل بینکوں سے لیا، چنانچہ اسے مرکزی بینک سے قرض گیری ستمبر 2010ء کی سطح پر برقرار رکھنے میں مدد ملی۔ اسی لیے حکومت نے اسٹیٹ بینک کو بحیثیت مجموعی 286.1 ارب روپے لوٹائے (دیکھئے شکل 4.2)۔ اسٹیٹ بینک سے سرکاری قرض گیری کو محدود رکھنے میں دو عوامل نے کردار ادا کیا:

1- مئی 11ء کی تیسری سہ ماہی میں قومی بچت اسکیموں (این ایس ایس) میں 87.2 ارب روپے کی خالص رقم آئی جو گزشتہ دوسہ ماہیوں کے مقابلے میں خاصی زیادہ تھی۔

2- بینک شرح سود بڑھائے بغیر حکومت کو مالکاری فراہم کرنے کے اس لیے قابل ہوئے کہ بینکوں کی امانتوں میں اضافہ ہوا، نجی شعبے کے قرضے کی معوی طلب کم رہی، اجناسی مالکاری کے قرضے ادا کیے گئے، اور زرمبادلہ ذخائر بڑھنے کے سبب روپیہ سیال رہا۔ ٹی بی نیلامیوں میں قطع شرح سود اسی عرصے کی سابق قطع شرح سود کے مقابلے میں معمولی سی کم رہی۔

تیسرا مرحلہ اپریل سے شروع ہوتا ہے۔ 2 اپریل سے وسط مئی 2011ء تک حکومت نے اسٹیٹ بینک سے 207.9 ارب روپے قرض لیا جس کا بیشتر حصہ توانائی کے شعبے میں بڑھتے ہوئے گردش قرضے کی ادائیگی میں استعمال ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یہ قرض گیری گزشتہ برسوں سے برقرار نیم مالیاتی خساروں کی مالکاری میں کام آئی۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک توقع رکھتا ہے کہ سرکاری قرض گیری آخر ستمبر 2010ء کی سطح پر جلد ہی واپس چلی جائے گی۔ اس قرض گیری کا ایک حصہ کھلی منڈی میں سرکاری تمسکات کی یکبارگی فروخت کی صورت میں کمرشل بینکوں کو پہلے ہی منتقل ہو چکا ہے۔

سرکاری شعبے کے اداروں کو قرضہ

رواں مالی سال 28 مئی تک سرکاری شعبے کے اداروں کو خالص قرضہ کم ہو کر 18.1 ارب روپے رہ گیا جبکہ گزشتہ مالی سال اسی عرصے میں 68.9 ارب روپے دیا گیا تھا۔ اس کمی سے دراصل ان اداروں کو نقد رقوم کے بہاؤ میں ہونے والی بہتری کی عکاسی ہوتی ہے کیونکہ حکومت نے بجلی کے نرخ بتدریج بڑھانے اور تیل کی عالمی قیمتوں میں رد و بدل ملکی صارف تک پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاہم سرکاری شعبے کے اداروں پر واجب الادا قرضے اب بھی 350 ارب روپے کے لگ بھگ ہیں۔

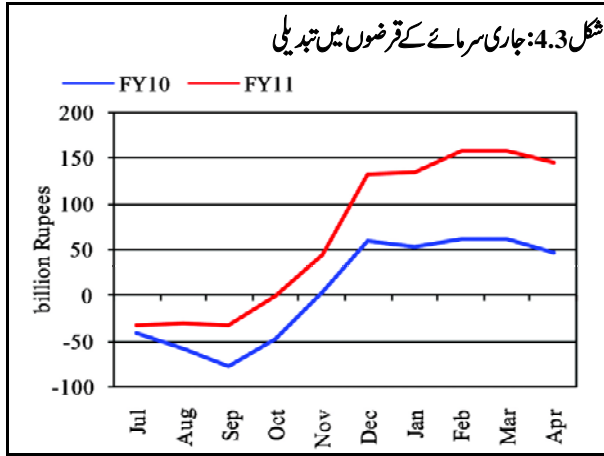
اجناسی خریداری کے لیے سرکاری قرض گیری

اجناس کی خریداری میں مسائل بڑھتے جا رہے تھے جن سے نمٹنے کے لیے حکومت نے مئی 11ء کی تیسری سہ ماہی میں اضافی گندم برآمد کرنے کا فیصلہ کیا جس کا ایک عرصے سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس طرح گندم کے مالکاری قرضوں کی حکومت کی طرف سے واپسی تیز ہو گئی اور (مارچ 2011ء کے آخری ہفتے میں) نئی فصل آنے سے پہلے گندم کی خریداری کے لیے گنجائش پیدا ہو گئی جس کی اشد ضرورت تھی۔

اس کے باوجود اجناس کی خریداری کے واجب الادا قرضے رواں مالی سال 28 مئی تک 364.2 ارب روپے ہیں۔ ان میں سے 205.1 ارب روپے کے قرضے وہ ہیں جو گزشتہ برسوں کے دوران لیے گئے تھے۔² اس میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے 28 مئی 2011ء تک 118.5 ارب روپے کی 'قابل وصولی' زراعت بھی شامل ہے۔ ایک لحاظ سے یہ نیم مالیاتی اخراجات کی ایک اور مثال ہے جسے حکومت کو اگلے سال شامل کرنا ہوگا۔³

نجی شعبے کا قرضہ⁴

نجی شعبے نے بینک قرضوں کا استعمال اگرچہ جاری رکھا تاہم سرمایہ کاری کی نئی سرگرمیوں کے لیے قرضے کی کوئی طلب بشكل ہی سامنے آ سکی۔ جولائی تا 28 مئی مئی 11ء کے دوران نجی شعبے کو قرضوں کی نمو گزشتہ سال کے اسی عرصے کی 3.6 فیصد نمو کے مقابلے میں معمولی سی کم یعنی 3.4 فیصد رہی۔



رواں مالی سال جولائی تا اپریل کے دوران جاری سرمائے کے قرضے 144.7 ارب روپے تک بڑھ گئے

جبکہ مئی 10ء کے اسی عرصے میں یہ 47.4 ارب روپے تھے (دیکھئے شکل 4.3)۔ جاری سرمائے کے قرضوں کی طلب میں یہ تین گنا اضافہ خام مال خصوصاً کپاس، گنے اور خوردنی تیل کی قیمتیں بڑھنے سے ہوا۔ زیر جائزہ عرصے میں ان قرضوں میں اضافے کا 68.5 فیصد حصہ ٹیکسٹائل اور شکر کے شعبوں کو گیا۔

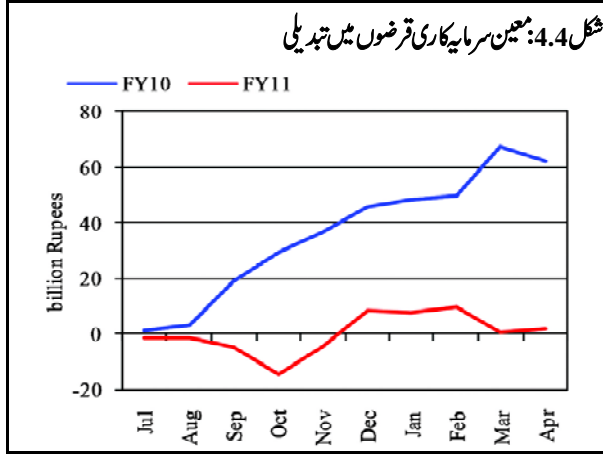
برآمدات بڑھنے سے تجارتی قرضوں کی طلب میں جولائی تا اپریل مئی 11ء کے دوران 68 ارب روپے اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ مالی سال اسی عرصے میں ہونے والا اضافہ 21 ارب روپے تھا۔ حالیہ اضافہ زیادہ تر یعنی 71.6 فیصد ٹیکسٹائل کے شعبے میں ہوا۔⁵

² اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اجناس کی سرکاری خریداری عام خیال کے برعکس خود مالی (self liquidating) نہیں ہوتی۔

³ ان زرابائے اعانت کا تہفہ کرنے کے کسی فیصلے کے زری مضمرات نہیں ہوں گے کیونکہ سرکاری اداروں نے پہلے ہی بینکوں سے قرض گیری کر رکھی ہے۔ مزید برآں، نیم مالیاتی اخراجات کی شناخت سے حکومت کو فائدہ ضرور ہوگا کیونکہ: (الف) اس طرح مالیاتی کھاتے زیادہ شفاف ہو جائیں گے، (ب) حکومت اجناس کی خریداری کے لیے مہنگے قرضوں کی جگہ منڈی سے قرضے لینے کے قابل ہوگی جو بنیائے کم مہنگے ہوں گے۔

⁴ قرضے کے مجموعی اعداد و شمار اگرچہ زری سروے کے ذریعے لیے گئے ہیں تاہم اس سیکشن میں تفصیلی بحث کا انحصار نجی شعبے کے کاروبار کو دیے جانے والے قرضوں پر ہے۔

⁵ زیر جائزہ عرصے کے دوران ٹیکسٹائل سے متعلق برآمدات مجموعی برآمدات کا 55.3 فیصد حصہ تھیں اور یہ کوئی تجارت انگیز امر نہیں۔



جاری سرمائے کے قرضوں اور تجارتی قرضوں میں نمایاں اضافے کے مقابلے میں معین سرمایہ کاری قرضوں میں معمولی یعنی صرف 1.7 ارب روپے اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ برس اس عرصے کے دوران 62 ارب روپے بڑھے تھے (دیکھئے شکل 4.4)۔ ماہوار اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ رواں مالی سال دس میں سے چھ ماہ میں معین سرمایہ کاری قرضوں کی خالص ادائیگی کی گئی۔ یہ معیشت کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔

کاروباری مقاصد کے لیے قرضوں میں نموست رہی، اس کے برعکس صارفی قرضوں کی خالص ادائیگی متواتر تیسرے سال بھی جاری رہی۔ نجی شعبے کے قرضوں میں صارفی مالکاری کا حصہ اپریل 2011ء تک 7.7 فیصد تک گر گیا جبکہ آخر جون 2010ء تک یہ 9.1 فیصد سطح پر تھا۔ بد الفاظ دیگر جولائی تا اپریل مئی 11ء کے دوران 21.8 ارب روپے کے صارفی قرضے واپس کیے گئے جبکہ گزشتہ سال 44.4 ارب روپے واپس کیے گئے تھے۔ خالص ادائیگی میں اس سست روی کا بڑا سبب بینکوں کا محتاط رویہ ہے کیونکہ وہ نئے قرضے جاری کرنے سے ہچکچا رہے ہیں جبکہ واجب الادا قرضے مسلسل ادا ہو رہے ہیں۔

5 مالیاتی صورتحال

5.1 عمومی جائزہ

جدول 5.1: اہم مالیاتی مجموعے (ارب روپے) اور کارکردگی کے اظہار (فیصد)				
سال ہمال نمو		جولائی تا مارچ		
سال ہمال نمو	تیسری سہ ماہی م س 11ء	م س 11ء	م س 10ء	م س 11ء
17.1	6.7	1,495.3	1,401.8	م حاصل
18.3	10.1	1,117.6	1,014.6	نیکس
15.9	-2.5	377.7	387.2	غیر نیکس
22	12.4	2278.5	2027.8	اخراجات
20.6	15.1	1,909.8	1,659.9	جاری
16.9	-3.1	352.7	364	ترقیاتی
43.3	25.1	783.3	626	بجٹ خسارہ
مالکاری				
0.3	-10.3	83.1	92.6	بیرونی
				ملکی
5.7	19.0	383.8	322.5	غیر بینک
-12.6	50.1	316.4	210.8	بینک
ملحوظ فیصدی ڈی پی				
		4.5	4.3	بجٹ خسارہ
		2.4	1.8	محصولاتی خسارہ
		1.6	1	بنیادی خسارہ

مالی سال 11ء کی پہلی تین سہ ماہیوں کے دوران مجموعی مالیاتی صورتحال بدستور دباؤ میں رہی۔ جولائی تا مارچ م س 11ء کے دوران مجموعی خسارہ جی ڈی پی کے 4.5 فیصد تک جا پہنچا جو گذشتہ مالی سال کے اسی عرصے کی سطح 4.3 فیصد سے معمولی زائد ہے۔ اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے کہ میزانی خسارے عام طور پر آخری سہ ماہی میں بلند ترین سطح پر آ جاتے ہیں، جی ڈی پی کا 5.5 فیصد کا نظر ثانی شدہ سالانہ ہدف پورا کرنا دشوار ہوگا۔¹

مثبت امر یہ ہے کہ حکومت اپنے اخراجات پر قابو پانے میں کامیاب رہی ہے۔ جولائی تا مارچ م س 11ء کے دوران اخراجات میں 12.4 فیصد اضافہ ہوا جو گذشتہ تین سال کے اخراجات میں ہونے والی 20 فیصد سے زائد اوسط نمو کے مقابلے میں خاصا کم ہے (دیکھئے جدول 5.1)۔ غیر سودی اور غیر دفاعی اخراجات میں 12 فیصد نمو زیادہ اہم بات ہے جو 25

فیصد کی اوسط نمو سے کم ہے، حالانکہ سیلاب سے متعلق سرگرمیوں کے غیر متوقع اخراجات وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتوں کو برداشت کرنے پڑے۔ تاہم اخراجات میں کٹوتی کی زد ماضی کی طرح اس بار بھی ترقیاتی اخراجات پر بڑی جس سے معیشت کی طویل مدتی نمو کی صلاحیت متاثر ہوگی۔

اس احتیاط کے باوجود میزانی خسارے کو روکا نہ جاسکا جس کی وجہ محاصل کا پورا جمع نہ ہونا اور بجلی کے شعبے کو دی جانے والی زراعت کے اخراجات ہیں۔ جولائی تا مارچ م س 11ء کے دوران مجموعی محاصل میں صرف 6.7 فیصد نمو ہوئی جو نامیہ جی ڈی پی کی 21.8 فیصد نمو کے مقابلے میں خاصی کم ہے۔ اس کے نتیجے میں محاصل کا خسارہ (یعنی محاصل جاریہ اخراجات کو پورا کرنے کے بھی قابل نہیں ہیں) تیزی سے بڑھا۔ دوسرے لفظوں میں حکومت جاریہ اخراجات کا بوجھ مستقبل کی نسلوں پر ڈال رہی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ 2005ء

¹ وفاقی بجٹ میں مجموعی مالیاتی خسارے کا اعلان کردہ ہدف جی ڈی پی کا 4 فیصد تھا، تاہم یہ مجموعی وفاقی و صوبائی میزانیوں کے اعلان کے مطابق جی ڈی پی کا 5.3 فیصد ہو گیا۔ مارچ 2011ء میں حکومت نے اندازہ لگایا کہ م س 11ء کا مالیاتی خسارہ 5.5 فیصد ہوگا۔

حکومت سے م س 08ء تک محاصل کا خسارہ صفر پر لانے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس ایکٹ کی تب سے خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

نیز میزانی خسارے کی مالکاری بھی معدوم ہوتے بیرونی وسائل کے ساتھ ساتھ پیچیدہ ہو گئی ہے۔ م س 11ء کے پہلے نو ماہ کے دوران حکومت کو صرف 83.1 ارب روپے موصول ہوئے جو 185.8 ارب روپے کے سالانہ ہدف کے مقابلے میں نصف سے بھی کم ہیں، چنانچہ میزانی خسارہ بڑی حد تک ملکی بینک اور غیر بینک شعبوں نے پورا کیا۔ شرح سود پر دباؤ گھٹانے میں جس چیز سے مدد ملی ہے وہ نجی شعبے میں قرضے کی کمزور طلب اور زرمبادلہ کے ذخائر بڑھنے سے روپے کی سیالیت ہے جبکہ بینک حکومت کو مالکاری فراہم کر رہے ہیں۔

مثبت امر یہ ہے کہ حکومت اسٹیٹ بینک سے قرض گیری محدود رکھنے میں کامیاب رہی۔ تاہم اپریل 2011ء میں ایک بڑا انحراف اس وقت ہوا جب حکومت نے مرکزی بینک سے اپنی قرض گیری بڑھا کر توانائی کے شعبے میں نیم مالیاتی اخراجات (یعنی گردش قرضے) ادا کیے۔ گزشتہ برسوں سے چلے آ رہے خسارے کے 120 ارب روپے کی اس یک بارگی ادائیگی سے خسارے کا ہدف جی ڈی پی کے تقریباً 0.6 فیصد کے مساوی مزید بڑھ جائے گا۔

حکومت نے توانائی کے شعبے میں گردش قرضے کا دیرینہ مسئلہ حل کرنے کے لیے اگرچہ اقدامات کا آغاز کیا ہے تاہم مالیاتی یکجائی کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل دیگر ساختی اصلاحات (مثلاً استثنائتم کر کے جی ایس ٹی کی بنیاد وسیع کرنا، زرعی آمدنی پر ٹیکس، اور سرکاری شعبے کے اداروں کی تنظیم نو اور نجکاری) زیر التوا ہیں اور کثیر طرفہ اتفاق رائے کے منتظر ہیں۔ ان ساختی امور کو نمٹانے کے لیے نمایاں اقدامات نہ کیے گئے تو م س 12ء میں مالیاتی خسارہ 4.5 فیصد سے کم رکھنا مشکل ہوگا۔

5.2 اخراجات

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے حکومت زیر جائزہ عرصے کے دوران مجموعی اخراجات محدود رکھنے میں کامیاب رہی ہے اور یہ مثبت پیش رفت ہے، تاہم بعض پریشان کن مشاہدات بھی موجود ہیں:

1۔ حکومت نے بجلی کے شعبے کی زراعت گھٹانے کا وعدہ کیا ہے تاہم مارچ 2011ء تک یہ زراعت 136.5 ارب روپے تک جا پہنچی ہے اور پورے سال کے ہدف 126.7 ارب روپے سے بڑھ چکی ہے۔²

2۔ م س 11ء کے پہلے نو ماہ کے دوران 353 ارب روپے کے ترقیاتی اخراجات نہ صرف ہدف سے کم ہیں بلکہ گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے کے ترقیاتی اخراجات سے بھی کم ہیں (دیکھئے جدول 5.2)۔ واضح رہے کہ ترقیاتی اخراجات کا اصل بجٹ 740.1 ارب روپے تھا، تاہم اگست 2010ء میں سیلاب آیا تو حکومت نے یہ ترقیاتی فنڈ از سر نو مختص کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کا رخ اس قدر قوی آفت سے نمٹنے اور بحالی کی سرگرمیوں کی طرف موڑ دیا۔ اس حکمت عملی سے حکومت کو غیر متوقع دھچکے پر قابو پانے میں اگرچہ مدد ملی تاہم ملک کی پیداواری استعداد میں سرمایہ

² واضح رہے کہ حکومت نے گیس کی فراہمی بجلی کے شعبے سے ہٹا کر کھاد سازوں کو دینے کا حال ہی میں فیصلہ کیا ہے۔ یورپا کی ملکی پیداوار میں متوقع اضافے سے درآمدات پر اور درآمدی کھاد پر ممکنہ زراعت کے سرکاری اخراجات گھٹ جائیں گے۔

جدول 5.2: اخراجات کا تجزیہ (ارب روپے)			
فیصد نمبر	جولائی تا مارچ		
	م 10ء	م 11ء	
مجموعی اخراجات	2,023.9	2,262.6	11.8
جاری اخراجات	1,659.9	1,909.8	15.1
وفاقی	1,222.6	1,345.7	10.1
سودی ادائیگیاں	473.5	507.4	7.2
دفعہ	269.8	335.1	24.2
تحفظ و نظم عامہ	32.1	43.3	35
اقتصادی امور	43.2	63.7	47.6
تعلیم و صحت	25.6	34.1	33.2
دیگر عام سرکاری خدمات	132.7	136.2	2.6
سماجی تحفظ	3.9	19	388.9
صوبائی	437.3	564.1	29
ترقیاتی اخراجات اور خالص قرض گاری	364	352.7	-3.1
سرکاری شعبے کے ترقیاتی اخراجات کے علاوہ	286.5	246.5	-13.9
وفاقی	169.3	130.4	-23
صوبائی	117.2	116.1	-0.9
پی ایس ڈی پی کے علاوہ	61	35.7	-41.5
خالص قرض گاری	16.5	70.5	
ملاحظہ فیصدی ڈی پی			
کل اخراجات	13.8	13.1	
جاری	11.3	11	
ترقیاتی	2.5	2	

کاری کے ضمن میں شدید پیچیدگیاں در آئیں۔³

3۔ سرکاری شعبے کے خسارے میں جانے والے ادارے مالیاتی وسائل پر بھاری بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً پاکستان ریلوے کی خراب مالی حالت کے باعث اسے جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران 25.1 ارب روپے دیے گئے جو پورے سال کی بجٹ کی رقم 21.9 ارب روپے سے بھی زائد ہے۔⁴ اسی طرح پاکستان اسٹیل ملز اور پی آئی اے نے جو تجارتی قرضے لیے ہیں حکومت کو ان پر سود ادا کرنا پڑ رہا ہے۔⁵ زیر جائزہ عرصے کے دوران پاکستان ریلویز کو گرانٹس کی فراہمی اور پی آئی اے اور اسٹیل ملز کے سود کی ادائیگی بحیثیت مجموعی جاریہ اخراجات کے 1.6 فیصد (یا جی ڈی پی کے 0.2 فیصد) کے مساوی ہے۔ چنانچہ ان سرکاری اداروں کی تنظیم نو کو آگے بڑھانا مالیات کارساز ورنے کے لیے لازمی ہے۔

ایک اہم پیش رفت قومی مالی کمیشن ایوارڈ کے بعد وسائل کی وفاقی حکومت سے صوبوں کو منتقلی ہے، چنانچہ واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ مجموعی

اخراجات میں صوبوں کا جو حصہ م 10ء کی تیسری سہ ماہی میں 28 فیصد تھا وہ رواں مالی سال کی تیسری سہ ماہی میں 32 فیصد ہو چکا ہے۔

5.3 محاصل

محاصل اکٹھا کرنے کا کام سال کے بیشتر حصے میں نامکمل رہا، ایف بی آر جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران صرف 1020 ارب روپے جمع کر سکا یعنی ٹیکس کے سالانہ ہدف 644 فیصد ہی جمع کیا جاسکا (دیکھئے جدول 5.3)۔⁷

3 مجموعی اخراجات میں ترقیاتی اخراجات کا تناسب 25 فیصد کی پانچ سالہ اوسط سے گزر کر م 11ء میں 12 فیصد ہو گیا، تاہم یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ سرمایہ کاری بہ نسبت جی ڈی پی کی شرح بھی 20 فیصد سے زائد تھی اسی عرصے کے دوران گزر کر 12 فیصد ہو گئی۔

4 حکومت نے ریلویز کو اس گرانٹ کے علاوہ اس عرصے کے دوران پی ایس ڈی پی فنڈنگ کے تحت 2.3 ارب روپے بھی دیے ہیں۔

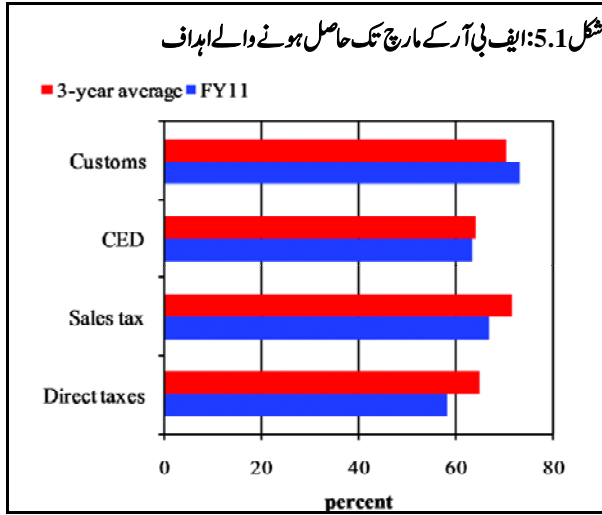
5 یہ رقم ان اداروں میں بعد ازاں سرکاری ایکویٹی تصویر کی جاتی ہے۔

6 فیڈرل بورڈ آف ریونیو (وفاقی و صوبائی) مجموعی ٹیکسوں کا تقریباً 90 فیصد اکٹھا کرتا ہے۔

7 گزشتہ تین سال کے دوران ایف بی آر نے جولائی تا مارچ اوسط 68 فیصد محاصل جمع کر لیے تھے۔

جدول 5.3: ایف بی آر ٹیکس وصولیاں (جولائی تا مارچ)

ہدف کا فیصد	فیصد نمو	م 11ء (سالانہ ہدف)	م 11ء	م 10ء	
60.9	11.5	626.9	381.6	342.3	بلا واسطہ ٹیکس
66.5	12.6	960.8	638.5	567.3	بالواسطہ ٹیکس
64.6	13.9	654.6	422.7	371.2	سیلز ٹیکس
67	5.6	132.9	89.1	84.4	ایف ای ڈی
73.2	13.5	173.3	126.8	111.7	کسٹم
64.3	12.2	1,588	1,020.1	909.6	مجموعی وصولیاں



زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ٹیکس وصولی میں نمو گرائی کی موجودہ سطح 14 فیصد سے بھی کم ہوئی چنانچہ اس میں حقیقی معنوں میں کوئی نمو نہیں ہوئی۔ نیز جن شعبوں میں نمو ہو رہی ہے وہ یا تو ٹیکس کے دائرے سے باہر ہیں یا پھر ان پر معمولی ٹیکس عائد ہے (مثلاً زراعت اور خدمات)۔

براہ راست وصول ہونے والے ٹیکسوں کے معاملے میں ناقص کارکردگی کھل کر سامنے آئی۔ جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران ایف بی آر براہ راست ٹیکسوں کے سالانہ ہدف کا صرف 58 فیصد وصول کر سکا۔ گزشتہ تین سال کے دوران نو ماہ کی اوسط وصولی 65 فیصد رہی ہے، یعنی حالیہ وصولی ماضی کے مقابلے میں بھی کم ہے (دیکھئے شکل 5.1)۔ براہ راست ٹیکسوں میں اس کی اہم عوامل یہ ہیں: اکٹم ٹیکس کی مقررہ تاریخیں بار بار ملتوی کرنا، ود ہولڈنگ ٹیکسوں کی ناقص ٹریکنگ،⁸ اور آڈٹ اور معائنوں کے ذریعے عندالطلب وصولی جمع کرنے میں ادارہ جاتی نااہلی۔⁹

ان حالات میں 1,588 ارب روپے کا نظر ثانی شدہ ہدف حاصل کرنا بھی دشوار ہوگا، کیونکہ اس ہدف کے لیے ایف بی آر کو آخری سہ ماہی کے دوران ہر ماہ 189 ارب روپے جمع کرنے ہوں گے، اپریل 2011ء میں وہ صرف 127 ارب روپے اکٹھا کر سکا۔

محاصل میں کمی رواں سال ہی نہیں ہوئی، گزشتہ کئی سال سے ٹیکس کی نمو نامیہ جی ڈی پی کی نمو سے پیچھے رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں ٹیکس بہ نسبت جی ڈی پی کی شرح 10 فیصد سے گریچی ہے جو کہ ہمسر ملکوں بھارت، انڈونیشیا اور سری لنکا کی ان اوسط شرحوں کے مقابلے میں خاصی کم ہے۔¹⁰

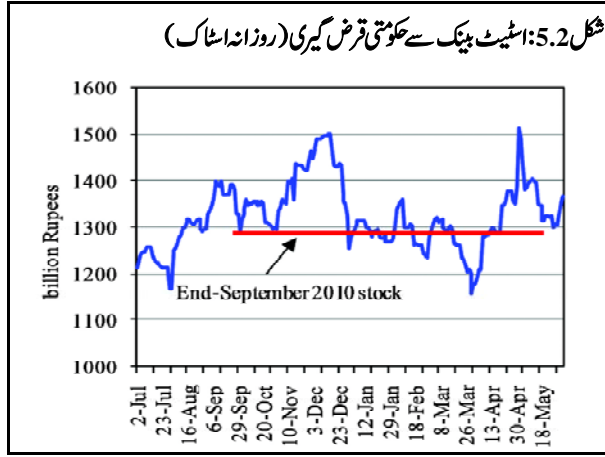
5.4 میزانیہ مالکاری

بیرونی مالکاری چونکہ تو قعات سے کم رہی چنانچہ میزانی خسارے کی مالکاری کی ذمہ داری ملکی (بینک اور غیر بینک) ذرائع پر آن پڑی۔ حکومت نے

⁸ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی ایک کارکردگی آڈٹ رپورٹ کے مطابق متعدد دفتری کمپنیاں، بینک اور قومی بچت مراکز منافع اور منافع منقسمہ پر ود ہولڈنگ ٹیکس کی پوری رقم جمع نہیں کراتے۔

⁹ جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران عندالطلب وصولی صرف 134.3 ارب روپے ہوئی جبکہ گزشتہ سال اسی عرصے میں 160.1 ارب روپے ہوئی تھی۔

¹⁰ ”ترقی پذیر ملکوں میں حاصل جمع کرنا“، آئی ایم ایف پالیسی پیپر (انگریزی) 8 مارچ 2011ء۔



جولائی تا مارچ م س 11ء کے دوران ملکی ذرائع سے 700 ارب روپے قرض لیا جو گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے کے دوران لیے گئے قرضے 533.3 ارب روپے سے 31.3 فیصد زائد ہے۔ تین سو ماہوں کے دوران خسارے کی مجموعی ملکی مالکاری جی ڈی پی کا 4 فیصد ہے۔ اتنے بھاری حجم کی ملکی مالکاری کے باعث نجی سرمایہ کاری کی مالکاری کے لیے رقم دستیاب نہ رہی۔¹¹

مثبت امر یہ ہے کہ حکومت اسٹیٹ بینک سے اپنی قرض گیری بڑی حد تک ستمبر 2010ء کی سطح تک رکھنے میں کامیاب ہوئی (دیکھئے شکل 5.2)۔

5.5 ملکی قرضہ

بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے اور اس کی مالکاری کے لیے ملکی وسائل پر حکومت کے بھاری انحصار کے اثرات ملکی قرضے میں تیزی سے اضافے کی شکل میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ مارچ 2011ء کے اختتام پر واجب الادا ملکی قرضہ 5,463 ارب روپے (م س 11ء کی تخمین شدہ جی ڈی پی کا 30.2 فیصد) تک جا پہنچا جو م س 10ء کے اختتام کے واجب الادا قرضے سے 809 ارب روپے زائد ہے۔¹² سرسری تخمینے کے مطابق رواں مالی سال کی پہلی تین سو مایوں کے دوران ملکی قرضے میں ماہانہ 90 ارب روپے کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہ پھیلتا ہوا حجم حکومت کے انتظام قرضہ اور اقتصادی استحکام کے حوالے سے تشویش کو بڑھاوا دے رہا ہے۔ انتظام ملکی قرضہ جات سے متعلق چند اہم امور پر ذیل میں بحث کی گئی ہے۔

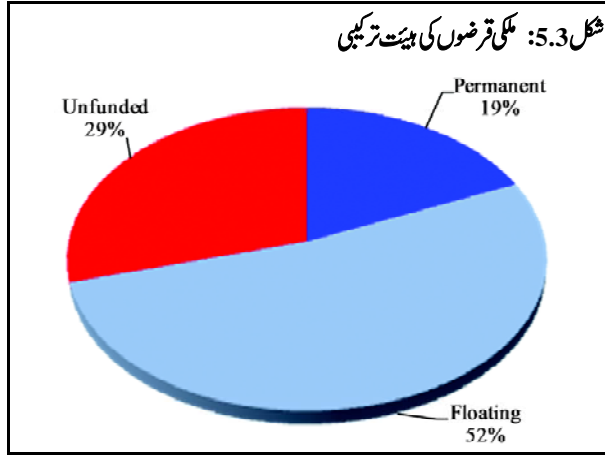
اجرائے ثانی کا خطرہ¹³

ملکی قرضے کے تفصیلی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی واجب الادا ملکی قرضے میں ایک سال کے اندر عرصیت پانے والے قرضے (رواں قرضہ) کا تناسب آخر مارچ 2011ء میں 52.2 فیصد تک جا پہنچا (دیکھئے شکل 5.3)۔ اس کا مطلب ہے، حکومت کو 2,854 ارب روپے کے سارے رواں قرضے کا سال میں کم از کم ایک بار اجرائے ثانی (rollover) کرنا پڑے گا۔ اگر معیشت کے دوسرے شعبوں سے قرضے کی طلب بڑھ جائے، بینکوں کی سیالیت کم ہو جائے تو اس سے اجرائے ثانی کا خطرہ دو چند ہو سکتا ہے۔

¹¹ واضح رہے کہ نجی شعبے میں قرضے کی کم طلب، اور زرمبادلہ کے ذخائر بڑھنے کے باعث روپے کی کافی سیالیت ہونے سے حکومت نے مالکاری کی بھاری ضروریات کو بآسانی پورا کر لیا۔

¹² اس میں اجناس کی خریداری کے لیے بینکوں سے صوبائی حکومتوں کی قرض گیریاں شامل نہیں ہیں۔ اجناس کی سرکاری خریداری پر بحث ”زراور بینکاری“ میں کی گئی ہے۔

¹³ جب ملکوں کا قرضہ عرصیت کے نزدیک ہو اور اسے دوبارہ ایک نئے قرضے میں ڈھالنے کی ضرورت ہو تو انہیں اجرائے ثانی کا خطرہ درپیش ہوتا ہے، تاہم سیالیت کی قلت سے اجرائے ثانی بہت مہنگا ہو جاتا ہے۔



شرح سود کا خطرہ¹⁴

اجرائے ثانی کے خطرے کے علاوہ حکومت شرح سود کے نمایاں خطرے سے بھی دوچار ہے۔ رواں قرضے کے سارے حجم کی شرح سود سال میں کم از کم ایک بار از سر نو متعین ہوگی۔ ٹی بلوں پر اوسط شرح سود میں بالفرض 100 بی پی ایس اضافے کے نتیجے میں سودی ادائیگیاں 28.5 ارب روپے بڑھ جائیں گی۔ اگرچہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ اسٹیٹ بینک کے ٹی بلز کی ہولڈنگز پر حاصل شدہ سود اسٹیٹ بینک کے 'منافع' کے طور پر واپس حکومت کو دے دیا جاتا ہے، تاہم ہمیں کمرشل بینکوں کے ملکی قرضے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

غیر فنڈ قرضے کی عرصیت

جدول 5.4: حکومتی ملکی قرضے

ارب روپے	م 10ء	مارچ 2011ء	تبدیلی
مستقل قرضے	794.3	1,007.6	213.3
رواں قرضے	2,399.1	2,853.9	454.8
غیر فنڈ قرضے	1,457.5	1,599.5	142
بیرونی کرنسی کے وثیقہ جات	3.1	1.5	-1.6
کل	4,654	5,462.6	808.6

حکومت قلیل مدتی قرضے سے اپنا اکتشاف بڑھارہی ہے، تاہم وہ قومی بچت اسکیموں (جسے غیر فنڈ قرضے کے درجے میں رکھا جاتا ہے) کے ذریعے متواتر قرض گیری کر رہی ہے، جو آخر مارچ 2011ء تک 1600 ارب روپے ہو چکا ہے (دیکھئے جدول 5.4)۔ جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران غیر فنڈ قرضے میں 142 ارب روپے کی خالص آمد ہوئی۔ واضح رہے کہ غیر فنڈ قرضے کا انتظام دشوار ہوتا ہے، اس قرضے کے آلات قبل از وقت نقد کر لیے جائیں تو سرمایہ کاریوں کو اپنی سرمایہ کاری کی قیمت کسی بھی وقت از سر نو متعین کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف حکومت کے لیے انتظام قرضہ پیچیدہ ہو جاتا ہے بلکہ بازارز میں غیر ضروری تغیر بھی جنم لیتا ہے۔

¹⁴ شرح سود میں ردوبدل سے منسلک خطرہ، یعنی شرح سود میں تبدیلیاں قرضے کی ملکی ادائیگی کو متاثر کرتی ہے۔

6 بیرونی شعبہ

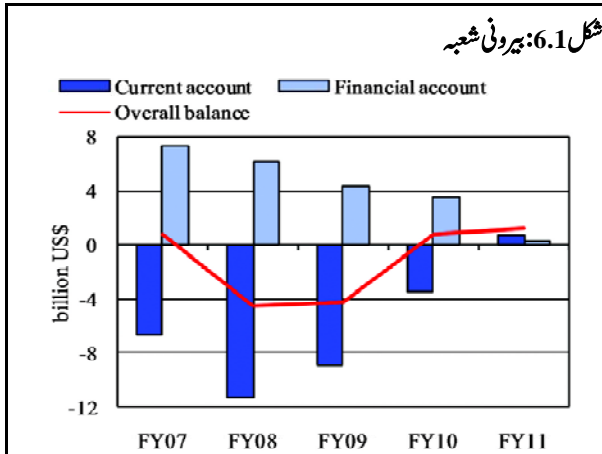
6.1 عمومی جائزہ

جدول 6.1: بیرونی کھاتے کا خلاصہ (جولائی تا اپریل)				
ارب امریکی ڈالر				
فیصد فرق	مطلق فرق	م 11ء	م 10ء	
120.0	4.2	0.7	-3.5	جاری حسابات کا توازن
10.8	1.0	-8.3	-9.3	تجارتی توازن
27.0	4.4	20.5	16.2	برآمدات
13.2	3.4	28.8	25.5	درآمدات
54.2	3.2	9.0	5.8	نایدیدہ توازن
23.8	1.7	9.0	7.3	ترسیلات
-86.5	-3.2	0.5	3.7	مالی اسرمایہ توازن
-29.4	-0.5	1.2	1.7	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
500.0	0.3	0.3	0.0	بیرونی جزدانی سرمایہ کاری
-163.1	-3.1	-1.2	1.9	دیگر سرمایہ کاری
-100	-0.5	0.0	0.5	اعطاط و بھول چوک
71.4	0.5	1.2	0.7	مجموعی توازن

متواتر چھ برسوں تک خسارے میں رہنے کے بعد پاکستان کے جاری حسابات میں جولائی تا اپریل مالی سال 11ء عرصے میں 0.7 ارب ڈالر کی فاضل رقم آئی۔ اس بہتری سے اس عرصے کے دوران مالی کھاتے کی خرابی کے اثرات زائل ہو گئے جس کے نتیجے میں جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران مجموعی طور پر 1.2 ارب ڈالر کی فاضل رقم آئی جبکہ اس کے مقابلے میں گذشتہ سال کے اسی عرصے کے دوران یہ رقم 0.7 ارب ڈالر تھی (دیکھئے جدول 6.1)۔

جاری حسابات کا فاضل بنیادی طور پر برآمدات میں ٹھوس نمو اور بیرون ملک مقیم پاکستانی کارکنوں کی جانب سے بھیجی جانے والی ترسیلات زر میں اضافے کا نتیجہ ہے۔ توقع ہے کہ جاری حسابات میں بہتری م 11ء کے باقی دو ماہ کے پورے عرصے میں بھی برقرار رہے گی۔

تاہم ایک شدید خدشہ مالی کھاتے میں مسلسل خرابی ہے، بالخصوص اس مد کے تحت جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران فاضل رقم میں متواتر پانچویں سال کی واقع ہوئی (دیکھئے شکل 6.1): جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران مالی کھاتے میں 0.5 ارب ڈالر کی قلیل فاضل رقم آئی، جبکہ گذشتہ سال یہ فاضل رقم 3.7 ارب ڈالر تھی، چنانچہ زیر جائزہ سہ ماہی کے دوران سرمایہ کاری اور قرضوں کی آمد دونوں میں کمی واقع ہوئی۔



جدول 6.2: جاری کھاتہ (جولائی تا اپریل)		
ارب امریکی ڈالر		
م 11ء	م 10ء	
بھاری رقوم کی آمد		
20.5	16.2	برآمدات
9.0	7.3	ترسیلات
4.7	3.7	خدمات کی برآمدات
بھاری رقوم کا اخراج		
28.8	25.5	درآمدات
6.1	5.7	خدمات کی درآمدات
0.7	-3.5	مجموعی جاری کھاتہ

ایک اور خدشہ یہ ہے کہ پاکستان کی ٹیکسٹائل کی برآمدات شاید اس کارکردگی کا اعادہ نہ کر سکیں، جس کا مظاہرہ انہوں نے 2011ء میں کیا تھا کیونکہ (الف) عالمی طلب میں بحالی کے آثار بہت کم دکھائی دے رہے ہیں (ب) ٹیکسٹائل کی قیمتوں میں اضافہ، جس سے م 11ء میں فاضل رقم کی تخلیق میں مدد ملی تھی، اس کا مزید حصول کپاس کی قیمتوں میں کمی کے باعث شاید ممکن نہ ہو اور (ج) ملکی رکاوٹیں، مثلاً توانائی اور امن و امان کی صورت حال بدتر ہوئی ہے۔ چونکہ

درآمدات میں کمی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے ہیں اس لیے م 12ء میں تجارتی خسارے میں اضافے کا امکان ہے۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران خالص مالی رقوم کم رہی ہیں لیکن صورت حال مزید خراب ہو سکتی ہے کیونکہ پاکستان کو م 12ء میں آئی ایم ایف کا کافی بڑا قرضہ ادا کرنا ہے۔ عالمی مالی صورت حال غیر یقینی ہے، چنانچہ عالمی منڈیوں سے مالی وسائل کا حصول مشکل ہوگا۔

6.2 جاری حسابات کا توازن

ریکارڈ برآمدی آمدنی، بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی ترسیلات زر میں ٹھوس نمونہ زراحتی سپورٹ فنڈ اور سیلاب کی مد میں آنے والی امدادی رقوم کے سبب جاری حسابات کے توازن کو 6 برسوں میں پہلی مرتبہ فاضل میں تبدیل کرنے میں مدد ملی (دیکھئے جدول 6.2)۔

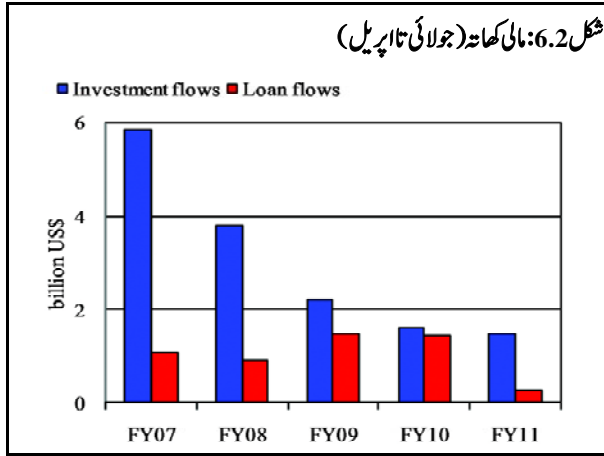
تجارتی خسارہ میں، جو جاری حسابات کا اہم ترین جز ہے، نمایاں کمی واقع ہوئی کیونکہ برآمدات میں نمایاں اضافے کے سبب درآمدات کا تناسب گھٹ گیا۔

اگرچہ ٹیکسٹائل کی اشیاء کی بڑھتی ہوئی اکائی قیمتیں برآمدی کارکردگی میں پیشتر بہتری کا سبب ہیں، تاہم بلند طلب کا بھی کردار ہے، بالخصوص امریکہ اور یورپی یونین کے ممالک میں۔^{1,2} دوسری جانب اشیاء (غذا اور تیل) کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے سبب جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران درآمدات میں 13.2 فیصد کا اضافہ ہوا۔

خدمات کے شعبے کے خسارے میں بھی جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران 28.1 فیصد کمی واقع ہوئی جس کا بنیادی سبب اتحادی سپورٹ فنڈ کے تحت آنے والی رقم (743 ملین ڈالر) نیز سیلاب کی مد میں آنے والی امدادی رقوم (عبوری تخمینے کے مطابق 500 ملین ڈالر) ہیں۔

¹ ٹیکسٹائل کی برآمدات میں 2.0 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا، جس میں سے 1.6 ارب ڈالر بڑھتی ہوئی برآمدی اکائی قیمتوں کے سبب تھا۔

² یہ کسی مالی سال کے پہلے 10 ماہ کے دوران برآمدی آمدنی کی بلند ترین سطح ہے۔



تاہم آمدنی کھاتے میں کوئی بڑی تبدیلی ظاہر نہیں ہوئی، البتہ آئی ایم ایف کی وصولیوں، سرکاری اور نجی بیرونی قرضے پرسود اور منافع اور منافع منقسمہ (خصوصاً تیل، گیس اور مالی کاروبار کے ضمن میں) وطن لانے کے باعث بلند ادائیگیاں ہوئیں۔ تاہم ایکویٹی پر آمدنی کے کم اخراج کے باعث ادائیگی کا دباؤ کچھ حد تک کم ہوا۔

بیرونی کھاتے میں سب سے نمایاں بہتری بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی

ترسیلات زر میں جولائی تا اپریل 11ء کے دوران 23.8 فیصد کا قابل ذکر اضافہ ہے۔ گزشتہ سال کے تقریباً 14.9 فیصد اضافے کے مقابلے میں اس اضافے سے مسلسل بہتری ظاہر ہوتی ہے۔ اپنی موجودہ رفتار سے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی ترسیلات زر 11ء کے آخر تک 10.5 ارب ڈالر سے تجاوز کر جائیں گی۔ عالمی معیشت کی بحالی کا جاری عمل، اسٹیٹ بینک اور حکومت کی ترسیلات زر کی منتقلیوں کو بدھکاری نظام کے دائرہ کار میں لانے کی کوششیں³ اور تارکین وطن کی جانب سے سیلاب سے متاثرہ خاندانوں کی امداد اس ٹھوس کارکردگی کی بڑی حد تک غماز ہیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ 60 فیصد سے زائد ترسیلات زر خلیجی ممالک (بالخصوص متحدہ عرب امارات) سے آئیں۔ اہم امر یہ ہے کہ دہی سے آنے والی ترسیلات زر میں، جن میں ملکی مالی بحران کے سبب گزشتہ سال نمایاں کمی واقع ہوئی تھی، اس سال نمایاں بحالی ظاہر ہوئی ہے۔

6.3 مالی کھاتے کا توازن

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مالی کھاتے کی فاضل رقم 11ء میں متواتر پانچویں سال کم ہوئی، جولائی اپریل 2011ء میں اس میں 0.5 ارب ڈالر کی کمی واقع ہوئی، جبکہ گزشتہ سال کے اسی عرصے میں یہ کمی 3.5 ارب ڈالر تھی۔ گزشتہ سال کے برعکس جب صرف سرمایہ کاری کی آمد کم ہوئی تھی، اس سال قرضے کی آمد میں شدید کمی واقع ہوئی (دیکھئے شکل 6.2)۔

خالص بیرونی نجی سرمایہ کاری میں 8.6 فیصد کی کمی ہوئی جس کا بنیادی سبب جولائی تا اپریل 11ء کے دوران بلا واسطہ بیرونی سرمایہ کاری میں 500 ملین ڈالر کی کمی ہے۔ دوسری جانب بیرونی جز دانی سرمایہ کاری میں اس عرصے کے دوران 298 ملین ڈالر کی خالص آمد ریکارڈ کی گئی جو جولائی تا اپریل 10ء کے دوران 48 ملین ڈالر کے اخراج کے برعکس ہے۔ 2010ء کے دوران اس اخراج کی بنیادی وجہ 600 ملین روپے کے صکوک بانڈز پر ادائیگی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خالص رقوم کے حوالے سے یہ بہتری اس سال کوئی بڑی ادائیگی نہ ہونے کے باعث ہے۔

³ پی آر آئی کے تحت اقدامات مثلاً ایکسپریس مئی، بین الینک رقوم کی منتقلی کی سہولت کی صورت میں ترغیبات اور ٹیلی نار پاکستان کی جانب سے ”ایزی پیس“ متعارف کرائے جانے سے ترسیلات زر کی قانونی ذرائع سے منتقلی میں اضافے میں مدد ملی ہے۔

براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کے تفصیلی جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی کی ٹیلی مواصلات (233.8 ملین ڈالر) اور تیل و گیس کی تلاش (191.8 ملین ڈالر) کے شعبوں میں ریکارڈ کی گئیں۔ ٹیلی مواصلات کے شعبے میں کمی قابل فہم ہے کیونکہ ملک میں یہ شعبہ اپنے نقطہ عروج کو پہنچ چکا ہے۔ تیل و گیس کی تلاش کے شعبے کے ضمن میں بڑھتا ہوا گردش قرضہ اور امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال نئی براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کے حصول میں بڑی رکاوٹیں معلوم ہوتی ہیں۔⁴

دوسری جانب بجلی⁵ کے شعبے نیز مالی شعبے میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ مالی شعبے میں، ایک مخصوص بینک میں بیرونی سرمائے کا ایک ادخال (74.0 ملین ڈالر) براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافے کا غماز ہے۔⁶

قرضے کے بہاؤ کے ضمن میں آئی ایم ایف کے متبادل انتظام کی معطلی دیگر عالمی مالی اداروں سے رقوم کی آمد پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ لہذا یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ آئی ایم ایف کے پروگرام⁷ کی معطلی کے بعد موعودہ قرضوں کے مقابلے میں حقیقتاً حاصل شدہ قرضے خاصے کم ہو چکے ہیں۔

6.4 شرح مبادلہ اور زرمبادلہ کے ذخائر

بیرونی کھاتے میں بہتری شرح مبادلہ میں بھی استحکام کا باعث بنی۔ جولائی تا مئی 2011ء کے دوران روپے کی قدر میں 0.2 فیصد کی معمولی سی کمی ظاہر ہوئی جبکہ اس کے مقابلے میں گذشتہ سال کی اسی مدت کے دوران 4.5 فیصد کمی واقع ہوئی تھی۔ تاہم ملک میں گرانی کی بلند سطح کے باعث پاکستان کے تجارتی شرکاء کے برعکس پاکستانی روپے کی قدر میں حقیقی معنوں میں 3.0 فیصد کا اضافہ ہوا۔

بیرونی شعبے کی اطمینان بخش صورتحال کے باعث اسٹیٹ بینک سال کے دوران بین ال بینک مارکیٹ سے اہم خریداریاں کر سکا۔ نتیجتاً زرمبادلہ کے ذخائر میں تیزی سے اضافہ واقع ہوا اور یہ مئی 2011ء کے آخر میں 17.1 ارب ڈالر تک پہنچ گئے۔ تاہم ذخائر کی کفایت میں درآمدی ہفتوں کی پیمائش کے حوالے سے معمولی سی کمی واقع ہوئی۔ یہ 26.4 درآمدی ہفتوں سے کم ہو کر 25.7 ہفتے ہو گئی جس سے درآمدات کی نمو میں اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔

6.5 تجارتی کھاتہ⁸

پاکستان کے تجارتی کھاتے میں متواتر تیسرے سال کی جاری رہی۔ جولائی تا اپریل 2011ء کے دوران اس میں سال بسال 2.1 فیصد کمی واقع ہوئی۔ تاہم گذشتہ دو برسوں کے برعکس یہ کمی درآمدی بل میں کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ برآمدی شعبے کی شاندار کارکردگی کے باعث تھی۔ مشکل اقتصادی صورتحال کے باوجود جولائی تا اپریل 2011ء کے دوران برآمدات کی سال بسال 27.9 فیصد نمو یقیناً قابل تعریف ہے۔

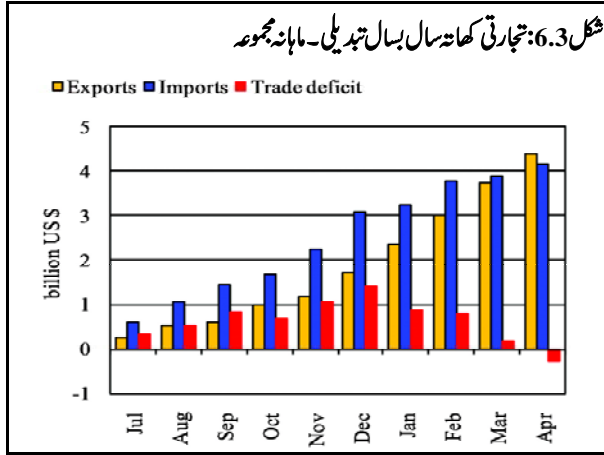
⁴ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عالمی بینک کی ڈوننگ برنس رپورٹ کے حوالے سے ملک کی مجموعی درجہ بندی 2010ء میں 75 سے گھٹا کر 2011ء میں 83 کر دی گئی ہے۔

⁵ کے ای ایس سی نے اپریل 2010ء میں پانی صاف کرنے کے ایک پلانٹ کا افتتاح کیا تھا۔ پلانٹ کے ساز و سامان کی درآمد کے باعث براہ راست بیرونی سرمایہ کاری آنے کا امکان ہے۔

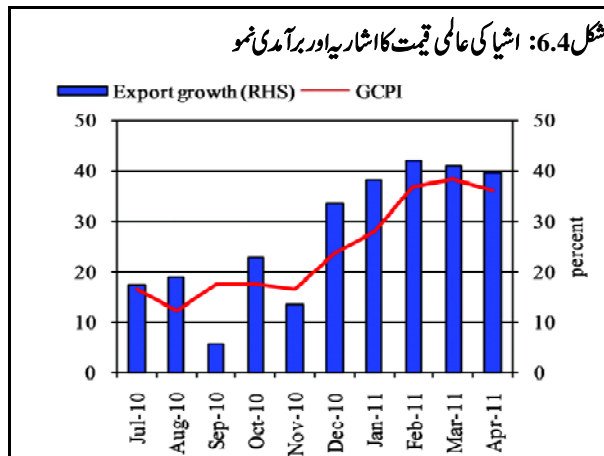
⁶ پیوگس انویسٹمنٹس (جوسنگاپور کی فلرٹن فنانشل ہولڈنگز کا ذیلی ادارہ ہے) کی جانب سے این آئی بی میں 74.0 ملین ڈالر کا ادخال۔

⁷ عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک نے ایک ایک ارب ڈالر دینے کا وعدہ کیا تھا تاہم دونوں کی جانب سے اب تک بالترتیب 0.55 ارب ڈالر اور 0.40 ارب ڈالر موصول ہوئے ہیں۔

⁸ یہ تجزیہ وفاقی محکمہ شماریات کے فراہم کردہ بیرونی اعداد و شمار پر مبنی ہے، جو نظر ثانی سے مشروط ہے۔ ان اعداد و شمار کا ادا بینگیوں کے توازن کے حصے میں درج مبادلہ ریکارڈ نمبر سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں۔



درآمدات میں بھی گزشتہ متواتر دو برسوں تک کی واقع ہونے کے بعد جولائی تا اپریل م س 11ء کے دوران 14.7 فیصد کا نمایاں اضافہ ہوا۔ دراصل بنیادی طور پر درآمدی بل کے باعث تجارتی خسارے میں سال بسال اضافہ ہوا اور ایسا صرف م س 11ء کی تیسری سہ ماہی میں دیکھا گیا کہ برآمدات میں قابل ذکر اضافے کے نتیجے میں تجارتی خسارہ کم ہوا (دیکھئے شکل 6.3)۔



برآمدات میں قابل ذکر اضافہ عالمی معیشت کی بحالی اور اشیاء کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے رجحان کے سبب ہوا۔ پاکستان کو خاص طور پر جولائی تا اپریل م س 11ء کے دوران کپاس کی قیمتوں میں اضافے سے فائدہ پہنچا جس کے نتیجے میں برآمدات میں حجم اور قیمتوں، دونوں کے اعتبار سے اضافہ ہوا (دیکھئے شکل 6.4)۔

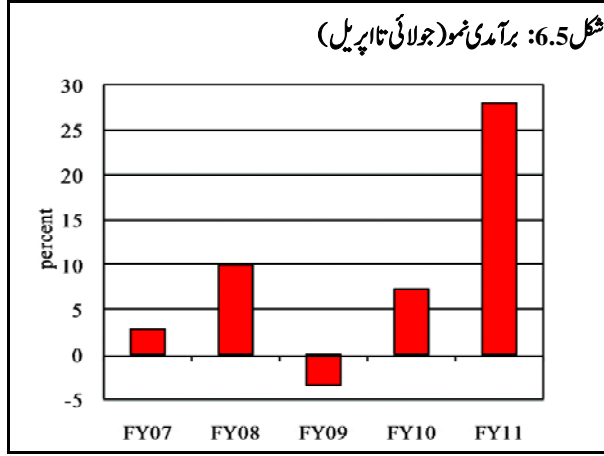
مزید حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ نہ صرف ٹیکسٹائل کی برآمدات میں نمایاں بہتری ریکارڈ کی گئی بلکہ نان ٹیکسٹائل برآمدات کا بھی خاصا کردار رہا۔

اگرچہ عالمی طلب میں اضافے اور اشیاء کی سازگار قیمتوں سے پاکستان کی برآمدات کو فائدہ پہنچا، تاہم ان سے درآمدات بھی بڑھ گئیں جن میں گزشتہ دو برسوں کے دوران کی واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ امر تعجب خیز نہیں ہے کہ درآمدات کی نمو کے اہم عوامل خوراک، پیٹرولیم اور ٹیکسٹائل کے گروپ تھے۔

چوتھی سہ ماہی میں برآمدات اور درآمدات، دونوں میں موسمی اضافہ متوقع ہے۔ تاہم برآمدی شعبے کی کارکردگی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ درآمدات میں اضافہ اس کے ازالے سے زیادہ ہوگا، جس کے نتیجے میں مالی سال 2011ء کی چوتھی سہ ماہی میں ملک کا تجارتی خسارہ مزید کم ہو سکتا ہے۔

برآمدات

بیرونی اور ملکی، دونوں عوامل کے امتزاج کے سبب برآمدات میں جولائی تا اپریل م س 11ء کے دوران سال بسال 27.9 فیصد کی بھرپور نمو ریکارڈ کی گئی، جبکہ اس کے مقابلے میں گزشتہ سال یہ نمو 7.3 فیصد تھی (دیکھئے شکل 6.5)۔ ماہانہ برآمدی کارکردگی کے جائزے سے دسمبر 2010ء سے اب



تک برآمدی نمو میں تیزی ظاہر ہوتی ہے، جو بڑی حد تک ایشیا کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے رجحان سے ہم آہنگ ہے۔ برآمدات میں بحالی وسیع البیاد رہی، جس کا سبب غذائی گروپ، ٹیکسٹائل اور زیورات کی بہتر برآمدی کارکردگی ہے۔

ٹیکسٹائل گروپ

ٹیکسٹائل کی برآمدات میں جولائی تا اپریل م س 11ء کے دوران سال بسال 32.1 فیصد کا اضافہ ہوا، جبکہ گذشتہ سال کے اسی عرصے کے دوران یہ

اضافہ 6.8 فیصد تھا۔ یہ بہتری بڑی حد تک یورپی یونین کے ممالک اور امریکہ میں ٹیکسٹائل اور ملبوسات کی مؤثر طلب کی مرہون منت ہے۔

مجموعی طور پر ٹیکسٹائل کی برآمدات میں 25.6 فیصد اضافے میں کم اضافہ قدر کے حامل زمروں، مثلاً سوئی دھاگے، خام کپاس اور سنٹھیک ٹیکسٹائل کا کردار رہا۔ ان زمروں کی ایشیا کی برآمدات میں اضافہ بہتر قیمتوں کے سبب تھا۔ چنانچہ گذشتہ سال کے مقابلے میں برآمدی حجم کم ہوا (دیکھئے جدول 6.3)۔

اگرچہ اس سال کے اوائل میں پاکستان کی کپاس کی فصلوں کو سیلاب کے باعث جزوی طور پر نقصان پہنچا تاہم اس کے ساتھ ہی ٹیکسٹائل کے اہم خام مال کی عالمی رسد بھی قلت کا شکار ہو گئی۔ نتیجتاً پاکستان خام کپاس اور سوئی دھاگے، دونوں کی بہتر قیمتیں حاصل کر سکا۔ تاہم یہ فائدہ کم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ نئی فصل کی آمد کے ساتھ ہی کپاس کی قیمتوں میں مارچ 2011ء سے کمی واقع ہونا شروع ہو گئی ہے۔ آئندہ کپاس کی قیمتوں میں

جدول 6.3: اہم ٹیکسٹائل برآمدات - قیمت اور مقدار کا اثر (جولائی تا اپریل)						
ملین امریکی ڈالر						
م س 11ء		مطلق فرق	م س 10ء		مطلق فرق	
قیمت	مقدار		قیمت	مقدار		
		2,333.8			385.1	ٹیکسٹائل گروپ
جس میں شامل ہیں:						
128.7	-85.7	43.0	13.3	99.7	113.0	خام کپاس
645.6	-253.4	392.2	-28.5	298.3	269.8	سوئی دھاگہ
360.2	-5.6	354.5	-35.9	-144.1	-180.0	سوئی کپڑا
73.1	349.2	422.3	33.8	-49.0	-15.2	ہٹے ہوئے ملبوسات
225.4	47.6	273.0	-15.1	12.5	-2.6	چادریں
-11.8	99.6	87.8	-48.0	69.9	21.9	تولیے
123.3	242.3	365.6	78.4	-66.1	12.2	تیار ملبوسات
34.1	161.9	196.0	35.0	66.2	101.2	آرٹ سٹک اور سنٹھیک ٹیکسٹائل

مزید کمی متوقع ہے، جس کے سبب م س 11ء کے آنے والے مہینوں میں ان زمروں میں قیمت کا اثر کم ہو جائے گا۔

کم اضافہ قدر کے گروپ کے برعکس زیادہ اضافہ قدر کی حامل اشیاء کی ٹھوس نمو کے حجم کے ساتھ قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا (دیکھئے جدول 6.3)۔ اس سے ٹیکسٹائل کی عالمی طلب میں بتدریج بہتری ظاہر ہوتی ہے م س 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران پاکستان سمیت برآمد کنندگان کی جانب سے ٹیکسٹائل اور ملبوسات کی برآمدات میں اضافہ ہوا۔

نان ٹیکسٹائل گروپ

نان ٹیکسٹائل برآمدات کے تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیشتر اہم گروپوں کی نمو مثبت رہی، اگرچہ حجم کم ہوا۔

تاہم غذائی اشیاء کی برآمدات کے حجم میں اضافہ ہوا جس کا بڑا سبب گندم، خام تمباکو اور سبزیاں تھیں۔ گندم کے برآمدی حجم کے اضافے میں م س 10ء کے بھاری ذخائر اور م س 11ء میں گندم کی بہت زیادہ فصل کی توقعات سے مدد ملی۔ مزید برآں، روس، امریکہ اور کینیڈا میں موسم کی خراب صورتحال اور عمدہ ملکی پیداوار کے سبب زیر جائزہ عرصے کے دوران گندم کی برآمد میں مدد ملی۔

اشیاء سازی کے دیگر گروپ میں چمڑے کی مصنوعات، کیمیکلز اور کھیلوں کے سامان کی برآمدات میں اضافہ ہوا، تاہم سینٹ اور زیورات کی برآمدات میں منفی نمو نے اس اضافے کے اثرات کو جزوی طور پر زائل کر دیا۔ چمڑے کی مصنوعات، کیمیکلز اور انجینئرنگ کے سامان کی برآمدات میں اضافہ روایتی منڈیوں میں پہلے سے بہتر بیرونی طلب اور نسبتاً بہتر برآمدی قیمتوں کے سبب ہوا۔ دوسری جانب پاکستان کی سینٹ کی برآمدات میں جولائی تا اپریل م س 11ء کے دوران کمی جاری رہی۔ چنانچہ پاکستان کی سینٹ کی برآمدات میں سال بسال 11.0 فیصد کمی واقع ہوئی۔ برآمدی مالیت اور حجم، دونوں میں کمی ان وجوہ کی بنا پر ہوئی ہے: (الف) بھارت کو برآمدات میں رکاوٹیں (ب) افغانستان میں زائد درآمدی محصول⁹ اور (ج) مشرق وسطیٰ اور بھارت میں بڑھی ہوئی پیداواری صلاحیتیں۔ بھارت کی جانب سے برآمدی لائسنس کی تجدید کے بعد آئندہ بھارت کو سینٹ کی برآمدات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ مزید برآں، م س 12ء میں واہگہ بارڈر پر اسکینرز کی متوقع تنصیب سے بھارت کو ٹرک کے ذریعے برآمدات ممکن ہو جائیں گی۔¹⁰

درآمدات

گذشتہ دو برسوں کے دوران سال بسال کمی ریکارڈ کرنے کے بعد ملکی درآمدات میں جولائی تا اپریل 2011ء کے دوران 14.7 فیصد اضافہ ہوا۔ درآمدی بل میں اس اضافے کا بڑا حصہ دسمبر تا اپریل م س 11ء کے عرصے میں پیٹرولیم، غذائی اشیاء اور ٹیکسٹائل گروپ کی زائد درآمدات کے باعث ریکارڈ کیا گیا۔ برآمدات کی طرح اس اضافے کی بڑی وجہ تیل، خام کپاس اور خوردنی تیل کی عالمی قیمتوں کا بڑھنا تھا۔ جولائی تا اپریل م س 11ء کے

⁹ ملحقہ سرحدوں سے آگے سینٹ کی لاگتی مسابقت تیزی سے کم ہو جاتی ہے کیونکہ بھاری اشیاء پر مال برداری کے کرایوں میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ پاکستان کی سینٹ کی 50 فیصد برآمدات افغانستان جبکہ تقریباً 7 فیصد بھارت کو کی جاتی ہیں۔

¹⁰ چونکہ لائٹ اور جھوم (سینٹ کے لیے خام مال) کے ذخائر بھارت میں تیزی سے ختم ہو رہے ہیں، اس لیے اسے پاکستان سے سینٹ کا خام مال یا سینٹ درآمد کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ بظاہر کم قیمت پاکستانی سینٹ بہتر متبادل ہے۔

دوران صرف تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا درآمدی بل کے مجموعی اضافے میں حصہ 36.5 فیصد رہا۔

غذائی گروپ کے الگ الگ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس گروپ کی درآمدات کے مجموعی اضافے میں خوردنی تیل اور شکر کی درآمدات کا حصہ 70 فیصد تھا۔ خوردنی تیل کی درآمدات کے اضافے میں بڑا حصہ زائد قیمتوں اور اس شے پر درآمدی محصول میں کمی کے باعث تھا۔ دوسری جانب شکر کی درآمدات میں اندرون ملک رسدی قلت کے باعث اضافہ ہوا (دیکھئے جدول 6.4)۔ تاہم منڈی میں شکر کے نئے ذخائر کی آمد کے ساتھ ہی جنوری 2011ء سے شکر کی درآمدات رک گئی ہیں۔

جدول 6.4: اہم غذائی درآمدات (جولائی تا اپریل)							
قدر: ملین امریکی ڈالر نمونہ: فیصد							
		قدر		قدر میں مطلق تبدیلی		م 10ء کے مقابلے میں م 11ء میں فیصد فرق	
		م 10ء	م 11ء		مقدار	قدر	اکائی قدر
غذائی گروپ		2,784.7	4,314.1	1,529.5			
جس میں شامل ہیں:							
پام آئل	میٹرک ٹن	1,040.9	1,599.5	558.6	16.1	53.7	32.3
دالیں	میٹرک ٹن	209.5	342.6	133.1	48.9	63.6	9.9
چائے	میٹرک ٹن	227.8	288.4	60.6	31.7	26.6	-3.9
شکر	میٹرک ٹن	187.8	681.8	494.0	206.9	263.1	18.3
ان پیاگندم	میٹرک ٹن	35.4	5.2	-30.3	-89.4	-85.4	37.7

تیل کی عالمی قیمتوں میں متوقع اضافے کے سبب پیٹرولیم گروپ کی درآمدات بڑھ گئیں، جن میں جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران سال بسال 8.4 فیصد کا اضافہ ہوا۔ تاہم حجم میں کمی کے باعث اس اضافے کی جزوی طور پر تلافی ہوگئی (دیکھئے جدول 6.5)۔

جدول 6.5: پیٹرولیم گروپ کی درآمدات کی قیمت اور مقدار کا اثر (جولائی تا اپریل)					
ملین امریکی ڈالر					
م 10ء		م 11ء			
قدر میں تبدیلی کا سبب		قدر میں تبدیلی کا سبب		قدر میں تبدیلی کا سبب	
مطلق فرق	مقدار	قیمت	مطلق فرق	مقدار	قیمت
71.3	912.8	-841.5	703.8	-806.6	1,510.4
662.7	1,233.4	-570.7	-330.6	-1,096.9	766.3
-591.4	-320.6	-270.8	1,034.3	290.3	744.0

خام کپاس کی درآمد میں جولائی تا اپریل م 11ء کے دوران سال بسال 71.6 فیصد کا بے تحاشا اضافہ ہوا جس میں سے بیشتر اضافہ م 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران ریکارڈ کیا گیا۔ خام کپاس کی درآمدات میں بے تحاشہ اضافہ م 11ء کے اوائل میں سیلاب کے باعث خام کپاس کی ملکی فصل کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے ہوا۔ کپاس کی بلند عالمی قیمتوں کے سبب زیر جائزہ مدت کے دوران درآمدی بل میں مزید اضافہ ہوا۔

فہرست اصطلاحات (انگریزی حروف تہجی کے لحاظ سے)

anecdotal evidence	سمعی شواہد
borrowing	قرض گیری
circular debt	گردشی قرضے
core inflation	قوزی گرانی
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ
depreciation	تخفیف
dividend	منافع منقسمہ
double digit	دو ہندس
exchange rate	شرح مبادلہ
external account	بیرونی کھاتہ
financing	مالکاری
financial account	مالی کھاتہ
fiscal deficit	مالیاتی خسارہ
income account	آمدنی کا کھاتہ
livestock	گلہ بانی
money market	بازار زر
monetary aggregates	زری مجموعے
net domestic assets	خالص ملکی اثاثے
net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے
non-food non-energy	غیر غذائی غیر توانائی
remittances	ترسیلات
revenues	محاصل
rollover risk	اجرائے ثانی کا خطرہ

فہرست اصطلاحات (اردو حروف تہجی کے لحاظ سے)

income account	آمدنی کا کھاتہ
rollover risk	اجرائے ثانی کا خطرہ
external account	بیرونی کھاتہ
depreciation	تخفیف
remittances	ترسیلات
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ
net domestic assets	خالص ملکی اثاثے
net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے
double digit	دو ہندسی
money market	بازار زر
monetary aggregates	زری مجموعے
anecdotal evidence	سمعی شواہد
exchange rate	شرح مبادلہ
non-food non-energy	غیر غذائی غیر توانائی
borrowing	قرض گیری
core inflation	قوزی گرانی
livestock	گلہ بانی
circular debt	گردشی قرضے
financing	مالکاری
financial account	مالی کھاتہ
fiscal deficit	مالیاتی خسارہ
revenues	محاصل
dividend	منافع منقسمہ